———o———

فہرست مضامینِ کتاب

نوٹ

جناب سرکار رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے عہد نامے، ترکی کے مقبوضات کے کتب خانون مین موجود ہین - قاموس الادارہ والقضاء، مجموعہ منشآت السلاطین، فریدون بک، الہلال، دیرطور سینا مین لوگون نے دیکھے ہین -

مسٹر جان ڈیوین پورٹ نے اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن مین ان عہدنامون کا ذکر کیا ہے -

علی الخلافۃ

مصنفہ جناب مولانا محمد یسین صاحب چریاکوٹی عم فیوضہ

باہتمام خاکسار حکیم برہم

در مطبع حکیم ہند برہم گورکھپور مطبوع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم
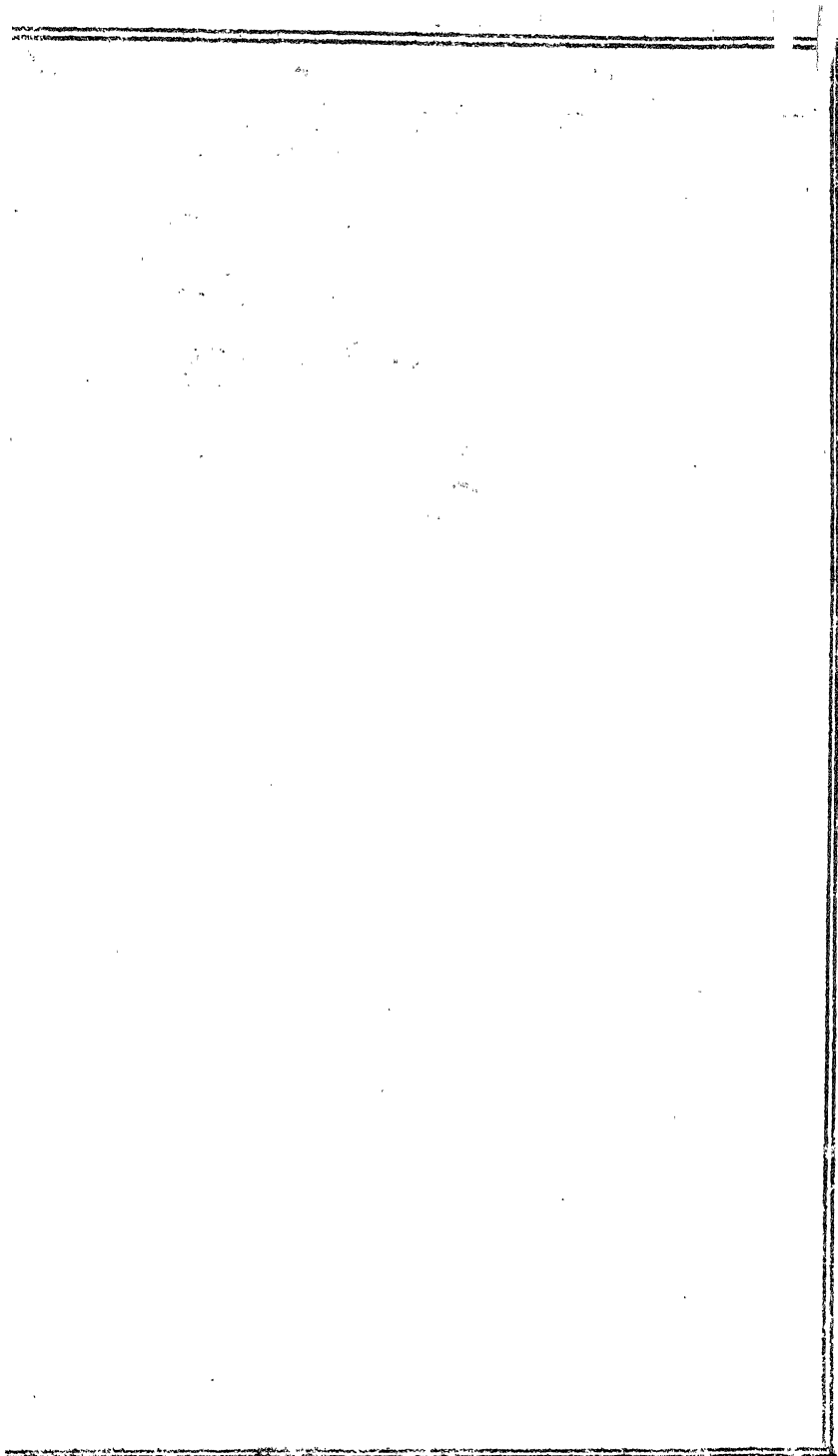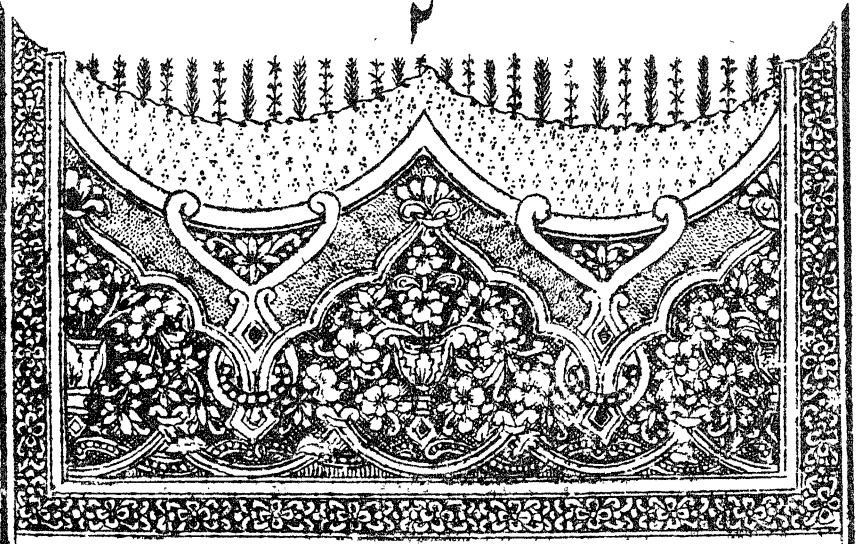
چہ حال است یارب درین مشت خاک	کہ یک دل نمی بینم از شرک پاک
نہ مسجد بجا ماند و نے خانقاہ	کہ گردید گیتی ز ایشان تباہ
نہ از معنی آگہ نہ از دل خبیر	جوانان جاہل سفیہان پیر
برون شان خراب و درون شان دژم	ہمین بیت معمور ایشان شکم

آجکل دنیا مین ہر طرف بدامنی اور بےچینی پھیلی ہوئی ہے۔ خاص کر ہندوستان کی حالت نہایت نازک ہو رہی ہے اور اسکا سیاسی مطلع نہایت تاریک ہوتا جاتا ہے۔ اسکے علل و اسباب پر اگر تجسس کی نظر ڈالی جاے تو اسکی زنجیر کی آخری کڑی کو حرکت ہماری سلطنت برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر لائڈ جارج بالقابہ کے ہاتھون سے ہو رہی ہے جنھون نے اپنے غلط مواعید سے اسلامی دنیا کو بہت کچھ امیدین دلائین اور جب ایفا کا وقت آیا تو ڈپلومیسی سے کام لیا۔ اس وقت عربون کی حالت شیخ سعدی کی اس نقل کے مطابق ہے۔

شنیدم گوسپندی را بزرگے	رہانید از دہان و دست گرگے

شبانگہ کاردہ بر حلقش بمالید	روان گوسپند از وے بنالید
کہ از چنگال گرگم در ربودی	چو دیدم عاقبت خود گرگ بودی

اب رہا یہ کہ وزیر اعظم موصوف کا یہ فعل کہان تک اُن کو اور اُنکی قوم کو مورد شَتم و تبرّی بناتا ہے۔ اسکی بحث اس موقع پر مین کرنا نہین چاہتا صرف اس قدر کہدینا کافی ہے کہ جنگ کے موقع پر مخالف کے اقوال پر اعتماد کرنے کا جو نتیجہ ہونا چاہیے تھا وہ ہوا۔ لڑائی فتح و شکست دونون کی حامل ہوتی ہے۔ دنیا ایک بازیگاہ ہے۔ چال چلنے والا جیسا شاطر ہوگا ویسی بازی لیگا۔ آخر مسلمانون نے بھی اس ربع مسکون کے زیادہ حصہ کو لیا۔ دیگر سلطنتون کے ساتھ رومیون کی حکومت کو زیر و زبر کیا۔ سینٹ اباصوفیہ مسجد جامع کی صورت مین شاہد ہے۔ اسلامی فاتحین کی صداے بازگشت ابتک دنیا کے ہر حصے سے آرہی ہے۔

مسلمان اگر اپنی اُس گزشتہ حالت ترقی اور موجودہ صورت تنزل پر غور کرینگے اور اپنے گریبان مین سر ڈال کر بسکون قلب اور خلوص نیت سے سوچینگے تو اس عروج و زوال کے علل و اسباب پوشیدہ نہ رہینگے۔ یہ موضوع بجاے خود بہت وسیع ہے اور ہندوستان کے اکثر اہل قلم اصحاب نے اس پر روشنی ڈالی ہے مین اسکو قلم انداز کرتا ہون۔ صرف ایک سبب لیتا ہون جو اصل علل ہے اور وہ اُنکی آرام طلبی اور عیش پرستی ہے۔

اگر ہم اچھی طرح غور کرین تو اپنی بربادی اور سلطنتون کی تباہی کا راز اسی مین مضمر پائینگے اسی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہم نے اپنے ضروریات کا انتظام اور اُسکی سربراہ کاری اغیار کے ہاتھون مین دیدی۔ مخالفین نے ہمارے علمی و مالی ذخائر پر آہستہ آہستہ قبضہ کر لیا۔ ہم عیش و راحت کے گہوارے مین سوئے اور دوسرون نے ہر قسم کے سامان تعیش ہمارے لیے مہیا کر کے ہمکو حوس پرستی کی لوریان دیکر مست و مدہوش بنا دیا۔ انجام اسکا یہ ہوا کہ ہم آج ایک جاہل علم و ہنر سے عاری

نہ اگر کی طرح فریادی ہیں اور کوئی فریاد رس نہیں ہے۔ ہماری آہ بے اثر، نالے بے تاثیر، تلوار زنگ آلود، بازو شل۔ ہمارے پاس نہ علم نہ ہنر نہ دولت نہ سلطنت۔ سلطنت اگر ہے بھی تو دوسروں کی محتاج، دولت اگر ہے تو بہ شکل باقیات۔

ہماری دعا میں اثر نہیں، اور ہو تو کیونکر ہو۔ ہم نے ہمیشہ اسلامی احکام کی ناجائز تاویلیں کیں۔ مذہبی شعار کی تحقیر کی۔ اسلام کا نام لیکر احکام شرعیہ کی تائید کی اوٹ میں اپنے ہاتھوں اسلام کو جو نقصان پہنچایا وہ اعدائے مخالفین کی تلوار، زبان، قلم کسی چیز سے بھی نہ پہونچا ہوگا۔

جو لوگ اس وقت سیاسیات کے ساتھ مذہبی رہبری کے مدعی ہیں خود انہیں نے نصوص قرآنی سے انحراف کیا۔ اُن ہی کے قلم نے اسلامی احکام اور اُسکے شعار کی توہین میں پورا پورا زور لگایا۔ مختلف اخباروں کے کالم، متعدد رسالوں کے اوراق اُنکے ان گندہ خیالات کی عفونت ابتک پھیلا رہے ہیں۔

کبھی خندہ کرتے ہیں وحی سما پر
کبھی حور پر اور ثواب و جزا پر

ملائک پہ طعن و قبول دعا پر
تمسخر ہے قرآن کے ہر مدعا پر

کوئی کہتا ہے کہ معجزہ دلیل نبوت نہیں ہے، اور کوئی سرے سے معجزے ہی کو لغو بتاتا ہے۔ ایسے لوگ آج ہمارے پیشوا ہیں جس امر کو چاہتے ہیں جائز کر دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں حرام بتاتے ہیں۔ شرعی دلیل مانگی جاتی ہے تو فرماتے ہیں کہ مصلحت وقت کا اقتضا ہے۔ مذہب کو ایک کھیل بنا رکھا ہے۔

مذہبی فرائض کی پابندی کا یہ حال ہے کہ کانپور کی مسجد میں بڑے جلوس کے ساتھ عید کی نماز ادا کرنے گئے مگر نماز کی نیت ہی معلوم نہیں۔ ماؤں بیبیوں بہنوں کو بے پردہ گانوں گانوں لیے پھرتے ہیں۔ شوقیہ تصویریں اُترواتے ہیں۔ پردہ کو ایک لغو رسم بتاتے ہیں۔ معلوم

نہین کہ ان مردون اور عورتون کی مذہبی اور قومی غیرت کیا ہوئی۔

ایک صدی سے علم و ہنر کی بے مائگی نے مسلمانون کی یہ حالت بنا رکھی ہے کہ وہ اپنے مخالفون کے ہاتھون مین آلۂ بیجان کی طرح کام کر رہے ہین نہ انکو دوست و دشمن کی پہچان نہ اپنے نفع و نقصان کی تمیز۔ جب تک انگریزون کو اُن سے کام لینا تھا یہ بے سمجھے بوجھے اُن کی دربانی کرتے رہے۔ اب ہندوؤن کو ضرورت ہوئی اور اُنھون نے ان پر روغن قاز ملا تو بے تامل اُنکی مگس رانی شروع کردی۔ انگریزون کی مودت اور پرستاری مین مذہب اور مذہبی حمیت پر پھبتیان کستے رہے اب ہندوؤن کی رفاقت اور گاندھی پرستی مین اسلام اور اسلاف کی تحقیر کر رہے ہین۔ غرضکہ

دین ہوا خوار اور تباہ	آئی آواز انا للہ

نہ اُس وقت اعتدال و استقامت پر تھے نہ اب ہین۔ غریب اسلام جیسا اُس وقت اُنکی جان کو روتا تھا ویسا ہی اب بھی فریادی ہے۔ آیات قرآنی کے غلط معانی بیان کرنے اور احادیث کی لغو تاویلین کرنے مین نہ اُس وقت باک تھی اور نہ اب اسکا لحاظ ہے۔

رفتہ ہمہ جادۂ نامستقیم	طعنہ زنان اندیہ عقل سلیم
دور ز شرع حق و ہدیٰ نبیؐ	دشمن دین اندبہ طبع غبی

شورش و فتنہ انگیزی کو ذریعۂ نام و نمود و شکم پروری بنا رکھا۔ کچھ دن جنگ بلقان کے چندے سے بسر کی اور کچھ دن مسجد کانپور کے ہنگامہ مین قوم کی گاڑھی کمائی پر ہاتھ صاف کیا

ولیکن تغلب تصرف کا ڈھبکا	نہ اول سے نکلا نہ ثانی سے نکلا

تو ثالث ثلاثہ ہوئے پھر ہویدا

ابکی مرتبہ خلافت کمیٹی قایم کی گئی اور جبہ و دستار والا گروہ بھی شریک کیا گیا کیونکہ ایک

مذہبی مسئلہ تھا اس مین بغیر ایسے لوگون کی شرکت کے جو مذہبی نمود قوم مین رکھتے ہون کام چلتا نظر نہ
آیا۔ ہندوستان مین مدت سے علم کی بے مائگی اور کساد بازاری سے علما کا وعظ "اٰتوا الزکوٰۃ"
تک محدود تھا۔ تصوف کی بنا قبر پرستی اور وحدت وجود پر رہ گئی تھی۔ ایسے مقدس گروہ کو جو ماہرین
سیاست نے قوم کا خوان یغما دکھایا تو پھر کیا تھا؟ ٹوٹ پڑے۔ رنگ برنگ کے فتوے چھپنے لگے
مضامین گوناگون کے خطوط شایع ہونے لگے، تار اُڑنے لگے۔ مجھکو ان علماے صوری مین سے
کسی سے بھی بحث نہین ہے۔ البتہ مولانا محمود الحسن قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا وہ فتوی جو اُنھون نے
علیگڈھ کالج کے طلبہ کے استفتا کے جواب مین لکھا ہے بیحد حیرت انگیز ہے۔ اسکے دیکھنے سے
کسی طرح یہ یقین نہین ہوتا کہ یہ مولانا مرحوم کا فتوی ہے کیونکہ بیحد پوچ ولچر ہے۔ مولانا کا پایۂ علم
اس سے بہت بلند تھا۔ بہرصورت مین نے چند بار اس فتوی کو اول سے تا بہ آخر پڑھا ہے۔
سیاسی نظر سے جو کچھ بھی ہو مگر مذہبی خیال سے تو وہ کسی ایک سوال کا بھی جواب نہین ہے البتہ
دھوکا دینے کے لیے بہت سے آیات قرآنی یکجا لکھدیے گئے ہین تاکہ لوگ سمجھین کہ انھی آیات سے
یہ جواب نکلتا ہے ورنہ درصل کہین سے بھی اسکا تعلق نہین ہے۔

موالاۃ باب مفاعلۃ کا ایک مصدر ہے جسکا مادہ ولی ہے۔ اس باب کی
خاصیت کے مطابق اسکے لغوی معنی بایکدیگر یار شدن یعنی ایک دوسرے کا باہم دوست ہونا
محاورۂ عرب مین تمام اسکا استعمال دلی دوستی اور سچی محبت کے معنی مین ہوتا ہے۔
قرآن پاک مین تمام غیر مسلم کی موالات بہ تصریح ممنوع ہے یعنی کسی مسلمان کو یہ اجازت نہین
ہے کہ وہ کسی مشرک کے ساتھ بہ حیثیت اسکے مشرک ہونے کے یا کسی یہودی اور عیسائی کے ساتھ
بہ حیثیت اسکے یہودی اور عیسائی ہونے کے رابطۂ الفت ومحبت رکھے۔
مجھکو یقین ہے کہ اب تک کسی مسلمان کو غیر قوم کے ساتھ نہ محبت ہی ہے نہ آیندہ ہوگی

اور نہ ایسا ہونا ممکن ہے۔ ممکن ہے کہ مفتی صاحب یا اُنکے پولٹیکل اتباع کو رہی ہو جواب خلافت کی نزاع کی وجہ سے جاتی رہی لیکن مین تو مکرر یہی کہون گا کہ کسی سچے مسلمان کو غیر مسلم اقوام کے ساتھ محبت والفت نہ تھی اور نہ ایسا ہونا ممکن ہے۔ اب رہے معاملات، جیسا مین نے اوپر لکھا ہے کہ قرآن پاک وحدیث شریف کی غلط تاویلین کرتے ہین سہارا ہی لیا کہ موالات کے معنی معاملات کے قرار دیکر ترک معاملات کو فرض بنایا اور اس ذریعہ سے ناواقف عوام کو اپنے پھندے مین لیا قرآن پاک مین مشرکین سے علیحدگی اور ترک تعلق کی تاکید زیادہ تر ہے۔ خلفاء کے عہد مین ہمیشہ عیسائی سلطنتون سے معاملات تھے۔ اُنکے سفرا کی آمدورفت تھی، تجارتی حقوق رومیون کو اسلامی ممالک مین دیے گئے تھے اور اسی طرح عیسائی سلطنتون مین مسلمانون کی تجارت عام تھی۔ ہر قسم کے معاملات بیع وشرا، لین دین بایکدیگر جاری تھے اور عیسائی ومسلمان کا تفرقہ معاملات مین کسی قسم کا نہ تھا۔ عیسائیون کی عبادتگاہین آزاد تھین اُنکو اپنی زمینون پر گرجا وکلیسا بنانے کا کامل اختیار تھا۔ یہ ایسے واقعات ہین کہ تاریخی اوراق ان پر کھلی ہوئی شہادت دیتے ہین۔ کسی قسم کی نقل اور حوالہ کی چندان حاجت نہین ہے۔ مین نہین سمجھتا کہ جمعیۃ العلماء کے چار نئے عالمون نے کہان سے معاملات کی ناجوازی کا فتویٰ دے دیا ہے۔

کوفہ مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے انکے زمانہ خلافت مین ایک یہودی زرہ مانگ کر لیگیا اسکے بعد یہودی نے زرہ کی واپسی سے انکار کیا۔ آپ نے قاضی شہر حضرت شریح کے اجلاس مین دعویٰ دائر کیا۔ قاضی نے ثبوت مانگا تو آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت امام حسنؓ اور اپنے غلام قنبر کو شہادت مین پیش کیا۔ قاضی نے ان دونون بزرگون کی شہادت رد کردی اس لیے کہ اسلامی قانون مین بیٹے کی شہادت باپ کے حق مین اور غلام کی شہادت آقا کے حق مین قابل اعتبار نہین ہوتی چونکہ یہودی کے زرہ لیجانے کے وقت، ان دو صاحبون کے سوا اور کوئی نہ تھا حضرت علیؓ نے دعویٰ

گواہ پیش نہ کر سکے۔ عادل قاضی نے خلیفہ وقت کے دعوی کو عدم ثبوت مین خارج کر دیا۔

یہ ایک مشہور واقعہ ہے اور تمام کتابون مین درج ہے۔ اس واقعہ کی نقل سے صرف یہ غرض تھی کہ اگر یہودیون سے معاملات ناجائز ہوتے تو حضرت علیؓ جیسا جلیل القدر صحابی و بزرگ سلام ایک یہودی سے یہ معاملہ ہرگز نہ کرتا وہ بھی زمانۂ خلافت مین، اور اُنکی خلافت سنی و شیعہ سب کے نزدیک بالاتفاق مسلم ہے۔ یہ وہ معاملہ ہے جو خلافت راشدہ مین ہوا۔ رسول اکرم صلعم نے فرمایا ہے اِتَّبِعُوا سُنَّتِي وَسُنَّةَ خُلَفَائِي الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ (میری پیروی کرو اور میرے ہدایت یافتہ خلفا کی پیروی کرو)

اس قسم کے واقعات یہودیون اور عیسائیون کے ساتھ بکثرت ہین لیکن یہ ذاتیات سے تعلق رکھتے ہین۔ مین اُن معاملات کی طرف توجہ دلاتا ہون جو عیسائی سلاطین سے کیے گئے، جو عیسائی پیشوایان دین اور مقتدایان مذہب کے ساتھ کیے گئے، جن سے کتب تواریخ بھری پڑی ہین۔ احادیث گرجاؤن کے گرانے۔ انکی عبادتگاہون کی بے حرمتی سے منع کرتی ہین۔ لیکن کیا کوئی بھی کسی مشرک قوم کے ساتھ کسی ذمہ دار خلیفہ کا کوئی معاملہ بتا سکتا ہے؟ کسی بتخانہ کی عزت قائم رکھنے کا حکم کوئی دکھا سکتا ہے؟ اس وقت کی تاریخ ہمارے سامنے موجود ہے، فیصلہ آسان ہے، معلوم نہین کہ مولانا محمود الحسن قدس سرہ نے کہان سے مشرکین ہند کے ساتھ محبت الیتام جائز رکھا ہے؟ جسکو دعوی اور حوصلہ ہو وہ لائے اور آئے۔ آیات جو ثبوت مین پیش کرتے ہین وہ تو یا باعتبار نصاریٰ کے بت پرستون سے زیادہ کنارہ کشی و اجتناب کی تاکید کرتے ہین۔

اگرچہ میرا یہ بیان اظہر من الشمس ہے مگر بین ناظرین کے اطمینان اور اُنکی دلچسپی کے لیے دو عہدنامون کا ترجمہ کتاب "صداقت" سے نقل کرتا ہون۔ ایک تو خود حضور سرور کائنات صلعم کا ہے۔ دوسرا خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا۔

عہدنامہ جناب رسول کریم صلعم

یہ وہ عہدنامہ ہے جو محمد بن عبداللہ نے "جو خدا کے رسول اور بشیر و نذیر اور امانت دار ہین - اللہ کی امانت پر اسکے مخلوق مین" سب لوگون کے لیے لکھا ہے تاکہ لوگون کو رسولون کے بعد کوئی عذر و معذرت کی دلیل نہ رہے اور خدا تعالی غالب و حکیم ہے -

مین نے یہ عہدنامہ نصاریٰ اور ان لوگون کے لیے لکھا ہے جو نصرانی ہو جائین خواہ اِس ملک کے مشرق و مغرب مین ہون - خواہ نزدیک ہون خواہ دور - خواہ وہ عرب کے رہنے والے ہون یا عجمی ہون - خواہ وہ معروف ہون یا مجہول - مین نے انکے لیے یہ عہد کیا ہے پس جو شخص اِس عہدنامہ کے لکھے ہوے امور سے مخالفت اور مامور بہ سے تجاوز کرے تو وہ عہد خدا کا توڑنے والا اور وعدہ الٰہی کا ناقض اور اُسکے دین کے ساتھ تمسخر کرنے والا اور لعنت الٰہی کا سزاوار ٹھہریگا خواہ وہ بادشاہ ہو یا عام مسلمانون مین سے کوئی ہو -

اگر کوئی درویش یا سیاح کسی پہاڑ یا کسی وادی یا کسی آبادی یا کسی میدان یا کسی ریگستان یا کسی عبادتخانہ مین پناہ گزین ہو کر ٹھہرے مین بنفس خود اپنے اعوان اور اپنے اہل اور اپنی ملت والون اور تابعدارون کے ہمراہ ہو کر اُسکی مدد کرونگا - کیونکہ وہ میری رعیت اور میرے اہل ذمہ مین اور مین اِس عہد والون سے اُنکی اداے خراج سے ایذا رفع کرونگا اور وہ خراج اس قدر دین جس قدر انکا دل چاہے - اور حصول خراج کے لیے ان پر کوئی جبر و اکراہ نہین کیا جائیگا اور کسی سردار پادری کو اُسکے منصب سے متغیر نہین کیا جائیگا اور کسی راہب کو اُسکی رہبانیت سے اور کسی عابد کو اُسکے عبادتخانہ سے اور کسی سیاح کو اُسکی سیاحت سے روکا نہ جائیگا - اور اُنکے گرجون اور عبادتخانون سے کوئی مکان برباد نہ کیا جائیگا - اور اُنکے گرجون کے مال سے کوئی چیز مسلمانون کی مسجد و مکان بنانے مین

داخل نہین کیجائیگی - اور جس نے یہ کام کیا اس نے عہد خدا اور رسول کو توڑ ڈالا - اور راہبون اور سرداران پادریون اور عابدون پر نہ کوئی جزیہ ورنہ کوئی تاوان ہوگا اور مین اُنکے عہدہ کی حفاظت کرونگا وہ جہان ہون خواہ وہ جنگل مین ہون یا دریا مین یا مشرق مین یا مغرب مین یا جنوب مین یا شمال مین ہر گروہ امر سے میرے عہد اور میرے وعدے اور میرے امن مین ہین - اور ایسا ہی وہ اشخاص میرے ذمہ مین ہین جو عبادت کے لیے پہاڑون اور مقامات متبرکہ مین گوشہ نشین ہون - اور جو کچھ وہ وہان بوئین اسکا ان پر کوئی خراج اور عشر نہ ہوگا - اور اُنکی رسمی باتون کی وجہ سے اُنکی اس کھیتی کا کسی کو حصہ دار نہین بنایا جائیگا (بلکہ جو بوئے اُسی کا مال ہوگا) اور جنگ مین نکلنا ان پر واجب نہ ہوگا - اور مالدارون اور زمینداروں اور تاجرون سے ہر سال بارہ روپے سے زیادہ خراج نہین لیا جائیگا اور کسی پر جور و ظلم نہ ہوگا - اور اگر وہ اہل اسلام سے مذہبی امور مین مجادلہ کرنا چاہینگے تو بطریق احسن اُنکے ساتھ مجادلہ ہوگا - اور بازوے رحمت کے تحت مین اُنکی حفاظت کیجائیگی - اور وہ جہان ہون اُن سے ایذا رفع کیجائیگی - اور اگر کوئی عیسائی عورت مسلمانون کے پاس آجائے تو اُس کی رضامندی پر رہنے دیا جائیگا اور وہ اپنے عبادتخانہ مین نماز گزار سکیگی اور اُسکے دین مین کوئی امر حائل نہین کیا جائیگا - اور جس نے اِس عہد خدا مین خیانت کی اور اُسکے خلاف پر اعتماد کیا تو اُس نے عہد خدا اور رسول کی نافرمانی کی اور اُنکے عبادتخانون کی مرمت مین اُن کی امداد کیجائے گی اُن کے دین مین یہ بات حسب رواج اُنکے مقبول ہو اسلیے اُنکے کسی فرد پر ہتھیار اُٹھانا لازم نہین کیا جائیگا بلکہ مسلمان اُنکی حفاظت و حمایت کرینگے -

لکھا گیا بقلم علی بن ابی طالب - اور رکھا گیا مسجد نبوی صلعم مین ۳ محرم الحرام سنہ ھ بموجودگی جماعت صحابہ (رضوان اللہ علیہم) جنکے اسماء گرامی حسب ترتیب ذیل ہین -

ہاشم بن عبید[۱] - ابو حنیفہ بن عبید[۲] - علی بن ابی طالب[۳] - ابوبکر بن ابو قحافہ[۴] - عمر بن خطاب[۵] عثمان[۶]

بن عفان - ابوہریرہ - عبداللہ بن مسعود - فضل بن عباس - طلحہ بن عبداللہ - سعد بن معاذ - سعد بن عباس - ثابت بن نفیس - زید بن ثابت - عبداللہ بن عمر - ابن عاصم - عبداللہ بن عباس - عارف ادریس - معظمہ بن قریش - حارث بن ثابت - عبدالصمد بن حسن -

عہدنامہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

تمام تعریف اور شکر ہے اُس خدا تعالیٰ کے لیے جس نے ہمکو اسلام کے ساتھ عزت اور نعمت ایمان سے مکرم کیا اور اپنے پیغمبر حضرت محمد صلعم کے ذریعہ سے ہم پر رحم کیا اور ہمکو گمراہی سے راہ ہدایت پر لایا، اور پراگندگی کے بعد ہمکو جمع کیا اور ہمارے دلون مین الفت ڈالی اور دشمنون پر ہمکو نصرت دی اور شہرون کو ہمارا مسخر کیا اور ہمکو آپس مین بھائی اور محب بنایا اور اے بندگان خدا اس نعمت الٰہی کا شکر کرو۔

یہ عہدنامہ منجانب عمر بن خطاب ہے جو معظم و مکرم لاٹ پادری صفرونیوس کو لکھکر دیا گیا جو کہ طور زیتون واقع قدس (بیت المقدس) مین علمائے مذہب نصاریٰ اور پادریون اور راہب مرد اور عورتون کا سردار افسر ہے - وہ جہان ہون ان پر امن ہوگا اور اس عہدنامہ والے حسب شرائط عہدنامہ کی حفاظت کرینگے تو ہم مومنون اور ہم سے بعد کے حاکمون کی طرف سے ان کو امن دیا جائیگا اور اُن کی حفاظت کیجائیگی اور اُن سے اسباب ایذا و تکلیف، انکی اطاعت و فرمانبرداری کے موافق قطع کیے جائینگے - اور ان پر اور انکے گرجاؤن اور گھرون اور انکی زیارت گاہون پر اندر اور باہر جو انکے ہاتھ مین ہین امن ہوگا اور وہ قبہ اور بیت اللحم مولد عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام، اور بڑا گرجا اور مشرقی و شمالی و مغربی مین دروازون والا غار ہے -

اور باقی نصاریٰ کرجی، حبشی اور جو زیارت کے لیے قبطی اور فرنگی اور سریانی اور ارمنی اور نسطوری اور یعقوبی اور موارنی جو تابعدار ان لاٹ پادری مذکور ہین ان سب کو امن دیا جائیگا

اور ان پر وہ مقدم ہونگے کیونکہ انکو حضرت نبی کریم حبیب خدا مرسل من اللہ صلعم سے امن ملا اور آنحضرت صلعم کی مہر دست مبارک سے مشرف ہوئے ہیں اور انکے لیے خاص مہربانیوں اور امن کے دینا مقرر فرمایا۔ اسی طرح ہم مومن ان لوگوں سے احسان کریں اور انکو جزیہ و مواجب معاف ہوگا اور وہ سب کے سب بر و بحر میں آفات و بلیات سے مامون و محفوظ رہیں اور قبہ میں داخل ہونے اور باقی زیارتوں میں ان سے کچھ نہ لیا جائے۔

اور جو لوگ زیارت کو آئیں وہ لاٹ پادری کو ایک روپیہ اور تین قراضے دیں اور ہر ایک مومن مرد اور عورت اس ہمارے امر کی حفاظت کرے دولتمند ہو یا مفلس۔ اور ہمارا یہ عہدنامہ اُن کو صحابۂ کرام کی گروہ کثیر کے روبرو دیا گیا۔

اسمائے صحابہ موجودین رضوان اللہ علیہم۔ عبد اللہ۔ عثمان بن عفان۔ سعد بن سعید۔ عبدالرحمن بن عوف وغیرہ۔ جو کچھ ہم نے اس عہدنامہ میں لکھا اس پر اعتماد ہو اور اس پر عمل کیا جائے اور یہ عہدنامہ انکے پاس رہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ والحمد للہ رب العالمین۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

جو مومن ہمارے اس عہدنامہ کو پڑھکر اسکی اسوقت سے قیامت تک مخالفت کرے وہ عہد خدا کا توڑنے والا اور حبیب خدا محمد رسول اللہ صلعم کا دشمن ٹھہریگا۔ انتہی۔

اس عہدنامے کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں کی عبادتگاہوں کا احترام اور انکی حفاظت کی کس قدر تاکید ہے۔ انکے ساتھ معاملہ کس خوبی اور عمدگی کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ یہ تو معاملات ذاتی اور قومی ہیں۔ مذہبی تعلقات بھی قابل لحاظ ہیں۔ عیسائیوں اور یہودیوں کی مذہبی کتاب انجیل اور توریت اور انکے پیغمبر حضرت عیسیٰ و حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہما السلام پر ایمان لانا ہمارے ایمان کا جزو ہے۔ قرآن پاک پر ایمان رکھنے والوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں

ان کا ذبح کیا ہوا جانور ہمارے لیے حلال ہے۔ عیسائی اور یہودی عورتون کے ساتھ نکاح جائز ہے
مساجدین اِن کا آنا جائز ہے۔ بخلاف اسکے مشرک کا ذبیحہ قطعی حرام ہے۔ مشرک عورتون کے ساتھ
نکاح ناجائز۔ وہ خود نجس ہین۔ مساجد مین ان کا داخلہ ممنوع۔ معلوم نہین کیا سمجھکر اور کیا ثبوت پاکر اور
کس اصول پر چند علماے ہند نے مشرکین کے ساتھ معاملات و رالفت و روداداری کو پسندیدہ قرار دیا ہے
اور اہل کتاب کے ساتھ قطعی ناجائز اور ممنوع۔ مین نے ابو الکلام آزاد صاحب (جو کلکتہ سے ایک اُردو
اخبار "الھلال" نکالا کرتے تھے) کے ایک رسالہ کا کچھ حصہ دیکھا ہے جس مین اُنھون نے مشرکین
کے مساجد مین جانے اور ممبر پر چڑھکر لکچر دینے کے جواز کی کوشش کی ہے مین اسکے متعلق کیا لکھون۔
سوا اسکے کہ اِتَّخَذُوْا دِیْنَھُمْ لَعِبًا وَّلَھْوًا کی آیت پاک ایسے ہی لوگون کے متعلق نازل ہوئی ہے
کہین تلک کی تصویر کا جنازہ بناکر اسکی نماز پڑھی جاتی ہے۔ کوئی خطبہ جمعہ مین کسی مشرک کا نام پڑھتا
ہے۔ کہین کسی مسلمان پابند صوم وصلوۃ عالم باعمل کے جنازہ کی توہین اِس لیے کیجاتی ہے کہ وہ مذہبی شان
سیاست کے اِس قسم کے ناجائز اور خلاف شرع احکام وعقائد کی پابندی کا منکر تھا۔

اب یہان پر نفس مسئلہ خلافت کی تحقیق بھی مناسب معلوم ہوتی ہے تاکہ عام طور پر اسلامی طبقہ
کو یہ معلوم ہوجائے کہ آیا یہ سب شورش در اصل کسی مذہبی مسئلہ پر مبنی ہے یا کہ ان حضرات کو خوش قسمتی سے
مسٹر لائڈ جارج کی غلط اور مہلک پالیسی نے شکم پروری کا جال دیدیا ہے۔ اس مین شک نہین کہ خلافت
کا ایسا ذریعہ انکے ہاتھ لگا ہے جس سے مدت تک یہ قوم کی کمائی مین شریک وسہیم رہینگے۔ اور زمانہ
دراز تک کسی اور وجہ معاش کی تلاش سے مستغنی رہینگے۔

مسئلہ خلافت کی تحقیقات مین مین نے حسب ذیل کتابون سے اقتباس کیا ہے جو اسوقت
مذہبی کتابون مین آسمانی صحیفون کے بعد سب سے زیادہ معتمد اور مستند ہین۔

شرح مواقف۔ شرح عقائد نسفی۔ صحیح بخاری اور اُسکی شرح ارشاد الساری۔ منہاج السنۃ مصنفہ

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ - در المختار -

سب سے زیادہ حیرت انگیز یہ امر ہے کہ ایسی کتابون کے اکثر مصنفین ترک سلاطین کے عہدہ دار تھے اور اپنے بادشاہ وقت کی تعریف مین بہت عبارت آرائی کی ہے مگر کسی ایک نے بھی انکو خلیفہ وقت نہین لکھا ہے خاص کر علامۂ ابو العباس تقی الدین احمد بن عبد الحلیم حرانی مشہور بہ ابن تیمیہ کیونکہ شیخ الاسلام تھے انکو بہت کچھ لکھنا چاہیے تھا - ایسے ہی کچھ اسباب ہین کہ جنکی بنیاد پر ترک خود اب تک مدعی خلافت نہ ہوئے - باوجود اسکے کہ خلافت کمیٹی ہندوستان کے ہر گوشہ سے غل مچا رہی ہے یہان تک کہ خلافت وفد نے یورپ کا دورہ شروع کر دیا اور اُس نے ترکی سلطنت کے وکلا کو خلافت کا سبق پڑھایا - پھر بھی یہ نئی تلقین ان کی حلق سے نہ اُتری جس پر مسٹر محمد علی صاحب نے جھنجھلا کر اپنے ایک خط مین یہ تحریر فرمایا تھا کہ تعجب ہے کہ ترکون نے اپنے مطالبات اور حقوق مین تحفظ خلافت کو درج نہین کیا اور نہ کوئی سوال اسکے متعلق کیا -

یہ سوال ہوتا تو کہان سے ہوتا ؟ خود اُنھون نے کبھی اس منصب خلافت کا خواب نہین دیکھا تھا یہ ہندوستان کے ارباب سیاست البتہ زبردستی انکے کوٹ کو کھینچ تان کر عربی عبا بنانا چاہتے ہین لیکن یہ مسئلہ پیروان شیعیت کی نزاع کی وجہ سے کئی صدی پہلے اس قدر منقح ہو چکا ہے کہ اب اسمین جعل و فریب کی گنجایش باقی نہین ہے - علماے دین و اکابر اسلاف رحمہم اللہ نے اسکے ہر جزو اور ہر شرط پر تفصیلی بحث کی ہے لیکن اسکو کیا کیا جائے کہ آجکل اسلام کے اصل احکام سے کوئی بحث نہین ہے بلکہ مذہب کا نام لیکر عوام مین شورش پیدا کیجاتی ہے - اور اگر کوئی شخص حدیث و قرآن لیکر ان لوگون کی مخالفت مین کھڑا ہوتا ہے تو اُسکو گالیان دیجاتی ہین اور اُسکے ساتھ تمسخر کیا جاتا ہے - مذہبی احکام کی تحقیر مساجد کی بے حرمتی علانیہ کیجاتی ہے اور مصلحت وقت کہکر جائز بتاتے ہین اور اگر کسی حق پرست نے اعتراض کیا تو اُسکو گورنمنٹ کا خوشامدی ، ملک و قوم کا دشمن کہکر عوام کو اُسکی تذلیل پر اُبھارتے ہین

خلافت

خلافۃ اور امامۃ کبریٰ یہ دونون ایک ہی چیزین ہین - خاص خلافت کے نام سے فقہ اور عقائد کی کتابون مین کوئی بحث نہین ہے علم کلام مین بھی اس نام سے اسکا ذکر نہین ہے بلکہ امامۃ کے نام سے اسکے مباحث ہین یعنی امام اکبر اور خلیفہ وقت ایک ہی شخص ہوگا جو خلیفہ ہوگا وہی امام وقت بھی ہوگا - خلافت اور امامت کے شرائط ایک ہی ہین -

چونکہ رسول کریم خاتم انبیا و المرسلین صلعم تمام اہل عالم کی طرف مبعوث ہوے - مختلف قومون سے مختلف مذہبی و سیاسی معاملات ہوے - اشاعت اسلام مین جیسی جیسی ترقی ہوتی گئی ویسے ویسے معاملات مین اضافہ ہوتا گیا - اسلامی حدود کی وسعت کے ساتھ ساتھ ضروریات بھی بڑھتے گئے - انکی انجام دہی کے لیے آنحضرت صلعم نے نائبین کا تقرر فرمایا - اقوام عام کے ہر معاملہ مین کافی اور پوری احتیاط برتی گئی -

ہم جب ان معاملات کو غور سے دیکھین تو ہمکو معلوم ہوگا کہ ان تمام امور مین سب سے زیادہ اہم اور ضروری و مقدم اسلام کی اشاعت اور اسکی حفاظت - احکام شرعیہ کا اجرا علوم مذہبیہ کی تعلیم - قرآن و حدیث کا درس، وعظ اور پند تھا - چنانچہ آنحضرت صلعم بذات خود جمعہ و عیدین کی امامت فرماتے تھے اور دور کی جگہون مین امام صلوۃ اور محصلین زکوۃ اور عمال کا تقرر بھی خود ہی کرتے تھے - حج کی اقامت، جہاد کی تیاری، سرداران فوج کا تقرر - اسلحہ کا مہیا کرنا - فوجی نقطۂ نظر سے لشکر کی فرودگاہ، جنگ کے موقع کا انتخاب، ان تمام جزئی اور کلی امور کی انجام دہی آپنے اپنے ذمہ رکھی تھی -

چونکہ آپ خاتم الانبیاء تھے اور لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ (میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) کے ارشاد کے موافق کسی رسول اور نبی کی بعثت کی امید نہ تھی - اس لیے آپکی وفات کے بعد ایک ایسے شخص کی ضرورت ہوئی جو ان تمام امور مذکورۂ بالا کا کفیل ہو - جس مین بظاہر ایسے اوصاف

ہون جو ایک جلیل القدر پیغمبر کی جانشینی کے لیے ضروری ہین۔ وہ اس قابل ہو کہ رسول کی نیابت کا بار اُٹھا سکے۔ چنانچہ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بعد از بحث و مباحثہ غور و فکر ایک ایسی ذات قدسی صفات کا انتخاب کیا جسکا سونا، جاگنا، کھانا پینا سب خدا کے لیے تھا یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوے۔ حضرت صدیق اکبر نے فرمایا کہ پیغمبرون کی شان خلیفۃ اللہ ہونے کی ہے تم لوگ مجھکو خلیفہ رسول اللہ کہا کرو۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسند آراے خلافت ہوے تو چونکہ آپ براہ راست پیغمبر کے خلیفہ نہ تھے بلکہ درمیان مین ایک اضافت اور بھی یعنی خلیفہ خلیفہ رسول اللہ۔ یَستَثقِلُہا المُسلِمُونَ مسلمانون کو اسکا تلفظ ثقیل معلوم ہوا اس لیے سب نے کہا کہ لِکُلِّ قَومٍ اَمِیرٌ وَّاَنتَ اَمِیرُنَا یعنی ہر قوم کا ایک سردار ہوا کرتا ہے اور آپ ہم اہل ایمان کے سردار ہین۔ اِس بنیاد پر حضرت فاروق نے امیر المومنین کا خطاب پایا۔

چنانچہ تاریخی کتابون مین جہان جہان آپکا یا آپکے بعد کے دوسرے خلفا کا ذکر آیا ہو وہان امیر المومنین ہی کے خطاب کا استعمال کیا گیا ہے۔ تمام اوامر و نواہی مین ہر قسم کے فراین مین، جمعہ و عیدین کے خطبون مین بجاے لفظ خلیفہ کے امیر المومنین ہی لکھا ہے۔ یہ بھی اِس قدر واضح ہے کہ اِسکے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہین۔

ایک امر یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے بنی اسرائیل مین خداوند عالم اپنی خاص رحمت سے ہر ضرورت اور اہم کام کے انجام کے لیے ایک نبی بھیجدیا کرتا تھا اب چونکہ آپ پر نبوت ختم ہو گئی تھی اِس لیے ہمکو ایک مکمل کتاب دی گئی جس طرح کہ اسلام تمام مذاہب مین مکمل مذہب ہے اسی طرح قرآن پاک بھی تمام آسمانی صحیفون مین اکمل ترکتاب ہے۔ البتہ اسکی ضرورت رہی کہ قرآن سے صحیح طور پر احادیث و آثار کو ترتیب دیکر احکام نکالے جائین اِس

مسئلہ خلافت پر ہماری رائے

جناب مولانا محمد اللہ یٰسین صاحب نے مسئلہ خلافت پر مَاقَلَّ وَدَلَّ اپنی رائے کا جس آزادی سے نصوص شرعیہ کے مطابق اظہار کیا ہے، اُس پر اب کسی بحث وذکر کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ اصل کتاب کے بعد ہم نے جو ضمیمجات شامل کردیے ہین اُن سے اچھی طرح معلوم ہوسکتا ہے کہ مولا عبد الباری صاحب اور مولانا حبیب الرحمن صاحب ترکی خلافت کے قائل نہین ہین، اور علمائے ہند کا جو فتویٰ مولانا عبد الباری صاحب نے مرتب فرمایا ہے اُسکے پہلے اور پیچھلے ورق پر ایک خط او فتوی جناب مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی لگادیا ہے، اُسکے پڑھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جناب مولانا مرحوم نے ایک جگہ بھی ترکی اسلامی سلطنت کی نسبت خلافت اور خلیفہ یا امام کا لفظ استعمال نہین فرمایا ہے، اور دس برس پہلے تک اسکا کوئی چرچا بھی نہ تھا۔ بلکہ اسلامی عظیم الشان سلطنت اور محافظ حرمین شریفین ہونے کی وجہ سے مسلمانان ہند اور تمام دنیا کے مسلمان ترکی کی عظمت و اقتدار مانتے تھے، اور آج بھی ہم سب ترکی کی بقا اور حفاظت کی ضرورت اسلام کی شان و شوکت کے لئے سمجھتے ہین۔ اگر ترکی کی خلافت مسلمہ تھی تو ۱۹۱۴ء مین وقت جنگ ہر عالم و ہر مسلمان کا یہ فرض تھا کہ وہ اُسکا ساتھ اسی طرح دیتے جیسا کہ آج دے رہے ہین۔ چاہے وہ مذہبی جنگ تھی یا نہ تھی۔ اسلئے کہ خلیفہ جب کسی سے جنگ پر آمادہ ہو تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ خلیفہ کا ساتھ دے خلیفہ چاہے حق پر ہو یا ناحق پر۔ اسکا فیصلہ تو خلیفہ یا امام ہی کرسکتا ہے۔ غرضکہ خود ترکی کو خلافت کا دعویٰ سیاسی حیثیت سے زیادہ کبھی نہ تھا۔ جیسا کہ علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے لکھا ہے، اور نہ ہندوستان کے کسی عالم جلیل القدر نے ہمکو تسلیم کیا۔ عربون ترکون سے ہمیشہ جنگ رہی مگر کبھی حجاز کے عربون کی نسبت کسی عالم نے یہ نہین لکھا کہ یہ کافر ہوگئے ہین جو خلیفہ وقت سے لڑتے ہین۔ نہ کبھی کسی عالم صاحب نے حج کے جانے سے روکا۔ گو کچھ ضرورت اس مسئلہ پر زیادہ گفت و شنید کی نہ تھی مگر زیادہ وضاحت کی غرض سے ہم اس مسئلہ کو ایک نئی صورت مین پیش کرتے ہین

اور ہم سمجھتے ہین کہ مولانا محمد یٰسین صاحب کا اعلان ایک ہزار روپیہ والا جمعیۃ العلما کے عالمون کی نظر سے ضرور گزر چکا ہے۔ پھر کیون وہ اپنے ثبوت کو پیش نہین کرتے ۔ اور سامنے نہین آتے ۔ گالیان دینے اور برا بھلا کہنے سے تو کچھ حاصل نہین ۔ دراصل اُنکے دلائل کی تردید آسان نہین ۔ یا تو ہمارے علماے جمعیۃ العلما مغالطہ شرعیہ مین پڑے ہوے ہین، یا سیاسی ضرورت سے مسلمانون کو دھوکا دے رہے ہین ۔ کیونکہ جلیان والا باغ کے معاملے سے پہلے انکی نہ کوئی جمعیۃ تھی نہ کوئی اجتماع تھا۔ اور ہم کو یقین ہے کہ اگر گورنمنٹ ہندوون کی خاطر سے جلیان والا باغ کے معاملے مین ہندوون کی تسلی کردے، یا انکو آبادیات کی طرح کا سوراج دیدے تو ہندو اس جھگڑے سے فوراً الگ ہوجائینگے ۔ اور جمعیۃ العلما کے علما غل و شور مچانے کے سوا کچھ بھی نہ کرسکینگے۔

بہرحال گورنمنٹ جو کوشش ترکی کے معاملے کے لئے کررہی ہے اگر وہ کارگر ہوگئی اور ترکی کے مقبوضات ترکی کو واپس دیے گئے تو ہمارا یقین ہے کہ نوے فی صدی مسلمان اس شورش سے الگ ہوجائینگے وہی ساتھ رہینگے جنکو فتنہ و فساد اور لوٹ مار کے نتائج زرین کا خیال ہے۔

عام مسلمانون کے سمجھنے کے لیے یہ کافی ہے کہ خلیفہ کا لفظ بادشاہ کے معنون مین اگر استعمال کیا جارہا ہے تو اس پر کوئی ردوقدح نہین ۔ مگر جب یہ کہا جاتا ہے کہ خلیفۃ للرسول سمجھو تو ایک بڑی گستاخی شان رسالت کے ساتھ کیجاتی ہے ۔ کیونکہ حضرت ابوبکر رض کے بعد خلفاے راشدین نے بھی اپنے لیے اسکو جائز نہین رکھا، خود کو امیرالمومنین کہلوایا ۔ اس مسئلہ پر ہم نے آگے چلکر بہت وضاحت سے بحث کردی ہے جو ہر پڑھے لکھے مسلمان کی سمجھ مین آسکتی ہے۔

خلافت قریش کے ساتھ مخصوص ہے اور ترکی کی عظمت عظیم الشان اسلامی سلطنت ہونے کی وجہ سے ہر مسلمان تسلیم کرتا ہی، اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جبتک ترکی کے تمام مقبوضات واپس نہ ہون اپنی حکومت سے ضابطے اور قاعدے کے طور پر کہتا رہے اور خداے پاک سے اسکی بقا اور عزت کی دعا مانگتا رہے ۔ اسکے سوا شورش خلاف حکم خدا ہے۔

خلافت

تحقیقات معنوی

مادّہ (خَلَف)۔ خ۔ ل۔ف ہے۔ اسکے معنٰی، سپس و بعد۔ ایک قرن کے بعد دوسرا قرن، ایک زمانے کے بعد دوسرا زمانہ۔

خَلَفْ۔ وہ شخص جو کسی کے بعد آئے۔

خِلِّیفٰی۔ خلافت، حضرت فاروق اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خِلِّیفٰی، بمعنی خلافت استعمال فرمایا ہے۔ لَوْ اَطَقْتُ الْاَذَانَ مَعَ الْخِلِّیفٰی لَاَذَّنْتُ۔ حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ مین باوجود خلیفہ ہونے کے اذان دے سکتا تو مین ضرور اذان دیتا۔

خِلَافَتْ۔ کسی کام مین کسی کی جگہ پر ہونا، یا کسی کو کسی کی جگہ پر خلیفہ مقرر کرنا۔ قرآن حکیم مین ہے یَاھَارُوْنُ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ۔ کسی کے پیچھے یا بعد آنا۔ لازم و متعدی دونون مین استعمال ہوتا ہے۔

خلوف۔ وہ لوگ جو زمانۂ حاضرہ مین کسی کے بعد ہون۔

استخلاف۔ کسی کو اپنی جگہ پر خلیفہ مقرر کرنا۔

جَلَسْتُ خَلْفَہٗ۔ مین اُسکے پیچھے بیٹھا۔

تَخْلِیْف۔ کسی کے پیچھے رہنا۔ اس کا صلہ (ب) سے آتا ہے۔

تَخَلُّفْ۔ کسی کے پیچھے رہنا۔

(صراح۔ قاموس۔ منتہی الارب)

قرآن اور خلافت

قرآن شریف نے اس لفظ کو جن صورتون اور مواقع مین استعمال کیا ہے اس پر

نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا استعمال متعدی معنی میں زیادہ ہے۔ اس میں یہ نکتہ پوشیدہ ہے کہ خلیفہ بنایا جاتا ہے۔ چاہے فرد واحد کے انتخاب کے ذریعہ سے ہو، یا جماعت کی رائے سے۔ فقہا اور ائمہ کلام نے اس سے یہ استنباط کیا ہے کہ خلیفہ مقرر کرنا اُمت کا فرض اور نصب العین ہے۔ بعض کی رائے میں، خدا کے لیے واجب ہے۔ یہ گروہ اپنی طرف سے یہ استدلال پیش کرتا ہے کہ خلیفہ مقرر کرنا خیر اور نعمت ہے اور خیر ونعمت خدا پر واجب ہے۔ لہذا خلیفہ مقرر کرنا خدا پر واجب ٹھہرا۔ لیکن اس دلیل کی شکل میں مغالطہ صریح ہے، جسکا بیان یہاں پر بے ضرورت ہے۔ البتہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک خلیفہ مقرر کرنا اُمت پر واجب ہی نہ کہ خدا پر۔ بہرحال ان دونوں فریقوں کے نزدیک لفظاً اور معناً متعدی ٹھہرا۔

اب اُن مواقع کا ذکر ضروری ہے جہاں قرآن حکیم نے اس لفظ کا استعمال کیا ہے دقتِ نظر اور تفحص سے کام لینے میں ایک شخص آسانی سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ قرآن حکیم اپنے مواقع استعمال سے کیا باتیں بتائی ہیں؟

(۱)۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۔ اور اس موقع کو یاد کرو جب تمھارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ (جانشین) بنانے والا ہوں۔ (پ ۱۔ رکوع ۴)۔

(۲)۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْكُمْ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں کے ایمان والوں اور نکوکاروں سے وعدہ کیا ہے کہ انکو ملک زمین میں خلیفہ بنائیگا جیسا کہ ان سے پہلے والوں کو بنایا ہے۔ (پ ۱۸۔ رکوع ۱۳)۔

(۳)۔ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ۔ اے داؤد ہم نے تجھکو ملک زمین پر خلیفہ بنایا۔ (پ ۲۳۔ رکوع ۱۱)۔

(۴) وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ۔ وہ خدا وہی ہے جس نے تم کو ملک زمین پر خلیفہ بنایا ہے۔ (پ ۸۔ رکوع ۷)۔

(۵)۔ وجعلناھم خلائف فی الارض۔ اور ہم نے اُنکو خلیفہ بنایا (پ ۱۱۔ ع ۱۳)

(۶)۔ ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ۔ وہی ہے جس نے ملک زمین پر تم کو خلیفہ بنایا۔ (پ ۲۲۔ ع ۱۷)۔

(۷)۔ وَیَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ۔ وہ تمکو ملک زمین کا خلیفہ بناتا ہے۔ (پ ۲۰ ع ۱)

(۸)۔ وَاذْکُرُوْٓا اِذْ جَعَلَکُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ۔ اُس وقت کو یاد کرو جب اُس نے تم کو قوم نوح کے بعد خلیفہ بنایا۔ (پ ۸ ۔ ع ۱۲)

(۹)۔ وَاذْکُرُوْٓا اِذْ جَعَلَکُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَکُمْ فِی الْاَرْضِ۔ اور اُس وقت کو یاد کرو جب اُس نے تمکو عاد کے بعد ملک زمین پر خلیفہ بنایا (پ ۸ ۔ ع ۱۷)۔

(۱۰)۔ وَلِکُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ وَیَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِکُمْ مَّا یَشَآءُ۔ اور ہر ایک کے لئے جدا درج ہیں جو کہ غلط اللسان ہے اعمال کرتے ہیں۔ تمہارا پروردگار اس سے غافل نہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔ اور وہ تمہارے بعد جسکو چاہیگا خلیفہ بنادیگا۔ (پ ۸ ع ۳)۔

(۱۱)۔ وَیَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ۔ اور میرا پروردگار تمہارے علاوہ جس کو چاہیگا خلیفہ بنادیگا۔ (پ ۱۲۔ ع ۵)

(۱۲) عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّھْلِکَ عَدُوَّکُمْ وَیَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ

فَيَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ۔ قریب ہے کہ تمھارا پروردگار تمھارے دشمن کو ہلاک کردے اور تم کو ملک مین پر خلیفہ بنادے۔ اسکے بعد یہ دیکھے کہ تم کیسا عمل کرتے ہو۔ (پ ۹۔ ع ۵)۔

ان مواقع کو پیش نظر رکھنے کے بعد معلوم ہوجائیگا کہ قرآن حکیم نے ملک مین پر خلیفہ مقرر کر کے حضرت انسان کا امتیاز اور درجہ کسقدر بلند کردیا ہے۔ یہین یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ یہ حکم یا حکمت تعمیم کی صورت مین ہے نہ کہ تخصیص کے رنگ مین کسی خاص قوم یا گروہ کیلیے لیکن اس تعمیم سے مدعیان خلافت غیر قریش استدلال کا فائدہ نہین اُٹھا سکتے۔ کیونکہ قرآن حکیم کا مخصوص انداز بیان ہے جسکے ذریعہ سے صرف اصول بتا دیا جاتا ہے نہ کہ فروعات اور جزئیات مثلاً نماز پڑھنے کا حکم دیا لیکن اسکے اوقات، سنن و نوافل، ہاتھ باندھنے کا طریقہ، مکروہات، واجبات بیان نہین کیے۔ حالانکہ تمام مسلمانون کا ان پر بھی عمل ہے۔

ان تمام مقامات مذکورۂ قرآن حکیم پر بحث کرنا مقدمۂ کتاب کو نامناسب طویل بنادیگا تاہم صرف ایک مقام کا پیش نظر رکھ لینا بھی ضروری ہے۔

پارۂ اول سورۂ بقرہ کے تیسرے رکوع مین جو آیت ہے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ مین ملک زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہون۔ اس مین لفظ خلیفہ سے مُدبّر امور و منتظم معاملات مقصود ہے، عام اس سے کہ وہ کسی کا مقلد یا جانشین ہو یا نہ ہو۔ بعض قرات مین خلیقہ (قاف کے ساتھ) پڑھا گیا ہے۔

بعض مفسرین کی رائے

اب یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ لفظ کیون اور کس کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

(۱) بعض کی رائے ہے کہ خلیفہ تمام انسان کو کہا گیا ہے۔

(۲) بعض کے نزدیک صرف حضرت آدمؑ مراد ہین۔

دوسری صورت مین حضرت آدمؑ اپنے ماقبل ہستیوں (جنون) کے خلیفہ اور جانشین مراد ہونگے، اور پہلی صورت مین تمام انسان ایک دوسرے کے خلیفہ ہونگے اسکی تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ اسنے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا۔

فرائض خلیفہ

اس صورت مین خلیفہ کے فرائض احکام خداوندی کا پہنچانا، عدل و انصاف سے حکومت کرنا، حقوق کی محافظت ہونگے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ "ہم نے تجھکو ملک زمین پر خلیفہ بنا کر بھیجا ہے بس تجھکو چاہئے کہ حق اور انصاف سے حکومت کرے" اور یہی اصول خلافت ہے جسکو کبھی نظر انداز نہین کیا جا سکتا۔

حدیث و خلافت

قرآن کے بعد حدیث کا درجہ ہے۔ احادیث نبوی صلعم نے بظاہر تعمیم مین تفصیل کی صورت سامنے کردی ہے لیکن پھر بھی قرآن حکیم سے اصولاً متعارض نہین، کیونکہ اصل خلافت حق اور انصاف کی حکومت، اعلاء کلمۃ اللہ، احکام خداوندی کے نفاذ مین آزادی شرط ہے، اور جس مین یہ صفتین باقی جائینگی وہی مستحق ہوسکتا ہے دوسرا نہین چنانچہ ایک حدیث صحیح مین اسکا صاف صاف فیصلہ اس طرح ہے۔ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ فِیْ قُرَیْشٍ لَا یُعَادِیْهِمْ اَحَدٌ اِلَّا کَبَّهُ اللّٰهُ عَلٰی وَجْهِهٖ مَا اَقَامُوا الدِّیْنَ۔ (رواہ بخاری) - یہ امر خلافت قریش مین رہیگا، اور جو شخص اُن سے دشمنی کریگا اُسکو اللہ تعالیٰ مُنہ کے بل گرائیگا بشرطیکہ قریش مع سب دین کو قائم رکھین گے (بخاری)

لیکن اگر ترویج احکام خداوندی اور امور شرعیہ پر قدرت نہ رکھیں گے یا خود نہ کرینگے تو عزل کے مستحق ہونگے۔

یہاں یہ مسئلہ صاف ہوگیا کہ خلیفہ صرف وہی ہوسکتا ہے جو آزادہ، بالغ، ذیعقل شجاع ہو۔ اگر یہ صفتیں نہ ہونگی تو وہ خلیفہ نہیں ہوسکتا۔

(۱)۔ آزادی کی شرط اسلیے لگائی کہ ترویج امور شرعیہ مین کسی کا ماتحت نہ ہو۔

(۲)۔ بالغ اسلیے کہ وہ جو کچھ کرے اپنی آزاد رائے سے کرے اور لوگ اسکو مان بھی لین۔

(۳)۔ ذی عقل اسلیے کہ احمق مختل الحواس اتنا بڑا بار نہین اُٹھا سکتا۔

(۴)۔ شجاع اسلیے کہ وہ دشمنان خدا و رسول اور اعداے دین کے مقابلہ کے لیے کسی کی پروا نہ کرے۔

قریش اور خلافت

اس کے لیے ذیل کے چند احادیث شریفہ درج کیے جاتے ہین۔

(۱)۔ عن جابر بن سمرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم یقول لا یزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش

حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے، اُنھون نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اسلام بارہ خلفا تک باعزت و شان رہیگا اور یہ خلفا قریش سے ہونگے۔ (متفق علیہ)

(۲)۔ عن ابن عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی منھم اثنان۔ ابن عمر رضی سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم

سے کہ خلافت قریش میں اس وقت تک باقی رہیگی جب تک ان میں دو آدمی بھی رہ جائینگے

یہاں لفظ "اثنان" مبالغۃً تاکید کے لیئے لایا گیا ہے۔ منشا یہ ہے کہ خلافت قریش ہی میں رہیگی۔

(۳)۔ اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَیْشٍ۔ امیر یا امام یا خلیفہ قریش سے ہونگے۔

اس سے امامت کبریٰ یعنی خلافت مراد ہے نہ کہ امامت صغریٰ یعنی امامتِ صلوٰۃ وغیرہ۔ یہ حدیث مدعیان خلافت قریش کی طرف سے برابر پیش ہوتی آئی ہے اور آجکل بھی معرکۃ الآراء ہے۔

سقیفہ بنو ساعدہ میں جب خلافت متنازع فیہ تھی کہ مہاجرین اور انصار سے کس گروہ میں ہوگی؟ اور ہر فریق اپنا استحقاق پیش کر رہا تھا اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو فضل صحابیت ہونے کے ساتھ قبیلہ قریش میں سے بھی تھے یہ حدیث پیش کی اور چونکہ حدیث قول فیصل تھی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت تسلیم کر لی گئی، اور اصحاب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت شروع کر دی۔ چونکہ یہ حدیث دعوائے خلافت کے لیئے دلیل قطعی کا حکم رکھتی ہے اور کتب عقائد و کلام میں، استدلال خلافت قریش کے لیے موجود ہے اسلیئے امام جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفا میں اسکا ایک باب قائم کر کے اسکے ذیل میں یہ حدیثیں جمع کر دی ہیں۔

(۴)۔ قال ابوداؤد الطیالسی فی مسندہ حدثنا سکین بن عبد العزیز عن سیار بن سلامہ عن ابی برزہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الائمۃ من قریش۔ ما حکموا فعدلوا، ووعدوا فوفوا و استرحموا فرحموا۔ اخرجہ الامام احمد و ابو یعلیٰ فی مسندیہما

والطبرانی۔ ابوداؤد طیالسی نے اپنے مسند مین بروایت سکین بن عبدالعزیز بروایت سیار بن سلامہ، بروایت ابوبرزہؓ یہ حدیث نقل کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ ائمہ قریش سے ہونگے، کیونکہ وہ جو حکم کرینگے اسکی بنیاد عدل و انصاف پر ہوگی، جو وعدہ کرینگے وفا کرینگے، درخواستِ رحم پر رحم کرینگے۔ (امام احمد اور ابویعلی اور طبرانی نے اپنے مسند مین نقل کی ہے)

(۵)۔ قال الامام احمد فی مسندہ حدثنا الحاکم بن نافع حدثنا اسمٰعیل بن عیاش عن ضمضم بن زرعۃ عن شریح عن کثیر بن مرۃ بن عتبۃ بن عبد اللہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال الخلافۃ فی قریش رجالہ موثقون۔ امام احمدؒ نے اپنے مسند مین بروایت حاکم بن نافع، بروایت اسمٰعیل بن عیاش، بروایت ضمضم بن زرعہ، بروایت شریح، بروایت کثیر بن مرہ بن عتبہ بن عبداللہ یہ حدیث نقل کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ خلافت قریش مین ہوگی کیونکہ وہ لوگ صاحب رعب واہل وثوق ہین۔

اسکے ہم معنی اور بھی حدیثین ہین جو اصل کتاب مین درج ہین۔ چونکہ موضوع مقدمہ اجمال ہے تفصیل نہین، اسلیے صرف انہی حدیثون پر اکتفا کی گئی۔ یہ تمام حدیثین، کسی تاویل کے بغیر حرفاً حرفاً مسلمانون کے لیے قابل غور ہین۔ جو لوگ ان مین تاویل جائز کرتے ہین، یا کسی راوی کو ضعیف کہتے ہین انکے لیے تسامح کی ہین علامت ہے، ورنہ رجال کی کتابین صاف اور صریح طور پر ان راویون کا پایۂ اعتبار کسی طرح کم نہین بتاتین

وجہ خصوصیت قریش

پہلے ذیل کے چند شرائط جو خلافت کے لیے لازم ہین پیش نظر رکھ لیجیے۔

(۱) قرآن حکیم نے اصول مقرر کر دیا کہ خلیفہ وہ ہوگا جو حق و انصاف سے حکومت کرے۔

(۲) حدیث نے معین فرما دیا کہ خلیفہ کے لیے عدل، ایفائے وعدہ، رحم، اقامت دین، لازمی صفتیں ہیں۔

(۳) کتب عقائد و کلام نے بتا دیا کہ خلیفہ کے لئے شجاع[۱]، آزاد[۲]، عاقل[۳] بالغ ہونا ضروری ہے۔ اسلیے اب دیکھیے کہ لباس کسکے جسم پر زیبا اور ٹھیک اُترتا ہے؟ کتب تاریخ اس سے بھری ہوئی ہین کہ اہل قریش ان تمام صفتون کے فطری طور پر حامل رہے ہین۔ اسلیے اصولاً قریش ہی مستحقِ خلافت ہوسکتے ہین یہی منشا ہے جناب رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا، اور وجہ خصوصیت کا یہی راز ہے۔ غالباً اب یہ مسئلہ صاف ہوکر سامنے آئیگا۔

قریب قریب اسی رائے کے مطابق حضرت شاہ ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ مین تحریر فرمایا ہے۔ مَنْ شَآءَ فَلْیَرجِع الیہ۔

دور خلافت

(۱)۔ عن سفینۃ قال سمعت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الخلافۃ ثلثون عاماً ثم یکون بعد ذلک الملک۔ اخرجہ اصحاب السنن۔ قال العلماء لم یکن فی الثلثین بعدہٗ صلی اللہ علیہ وسلم الا الخلفاء الاربعۃ والامام الحسنؑ

حضرت سفینہ سے روایت ہے کہ مین نے رسول اللہ (صلعم) کو یہ فرماتے

سنا ہے کہ خلافت صرف تیس برس تک رہیگی۔ اسکے بعد سلطنت ہو جائیگی۔
علما کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ زمانہ خلفاے اربعہ اور امام حسنؓ تک ختم ہو گیا۔

(۲)۔ عن ابی ثعلبۃ عن ابی عبیدۃ بن الجراح قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اول دینکم بدأ نبوۃ ورحمۃ ثم یکون خلافۃ ورحمۃ ثم یکون ملکا جبریۃ (حدیث حسن)۔ حضرت ابو ثعلبہ بروایت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح فرماتے ہین کہ فرمایا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمھارا دین نبوت اور رحمت سے شروع ہوا۔ اسکے بعد خلافت اور رحمت کی صورت مین رہیگا پھر سلطنت جبری کی شکل مین بدل جائیگا۔ (تاریخ الخلفاء)

یہان یہ نکتہ قابل بیان ہے کہ حدیث و پیشینگوئی کے مطابق خلافت لفظاً تو باقی نہ ہے لیکن معناً نہین۔ اس طرح کہ خلفاے اربعہ (رضہم) کے بعد انکے جانشین رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قدم بقدم نہ چلے یہی منشاء ہے اس حدیث کا۔ پس صورت موجودہ مین خلافت بمعنی سلطنت ہو گی کما ظہر۔

خلافت رسولؐ

خلافت کو اگر اصلی معنی مین لیا جاے تو حضرت رسول اللہ (صلعم) کے خلیفہ اور جانشین صرف حضرت ابوبکر رضہ ہو سکتے ہین۔ یعنی رسول اللہ (صلعم) کے بعد احکام خدا اور رسول (امر بالمعروف ونہی عن المنکر) کا اجراء بجاے رسولؐ حضرت ابوبکر رضہ نے کیا ہے۔ آپ کے بعد حضرت فاروق اعظم رضہ

خلیفہ دوم رض خلیفۂ ابوبکر رض ہوئے نہ کہ خلیفۂ رسول (صلعم) وعلی ہذا القیاس اس کا فیصلہ خود حضرت صدیق اکبر رض نے فرما دیا ہے۔ ایک موقع پر حضرت ابوبکر رض نے فرمایا ہے۔

(۱)۔ اناخلیفۃ رسول اللہ وانا بہ راض۔ مین رسول اللہ کا جانشین ہون اور مین اسی مین خوش ہون۔

(۲)۔ ایک موقع پر کسی نے آپ کو خلیفۃ اللہ کہا۔ آپ نے فرمایا "مین رسول اللہ کا خلیفہ ہون"

(۳)۔ حضرت عمر رض نے ایک مقام پر کہا "یاخلیفۃ رسول اللہ تألف الناس وارفق بھم" اے رسول اللہ کے جانشین لوگون کی تالیف قلوب اور انکے ساتھ نرمی کا برتاو کیجئے۔

(۴)۔ حضرت عمر رض اپنے زمانۂ خلافت مین ایک موقع پر اپنے کو امیرالمومنین اور حضرت ابوبکر رض کو خلیفۃ رسول اللہ فرمایا۔

استخلاف عمر رض

حضرت ابوبکر رض نے حضرت فاروق اعظم رض کو اپنی حیات مین خلیفہ منتخب فرمایا اسلیے آپ رض خلیفہ صدیق رض تھے نہ کہ خلیفہ رسول اللہ (صلعم)۔ ذیل کے فرمان صدیق ملاحظہ ہون۔

(۱)۔ ایک بار آپ نے ایک خطبہ مین حاضرین کو خطاب کرکے فرمایا۔ انی قد استخلفت عمر بن الخطاب فاسمعوا واطیعوا۔ مین نے تمھارے لیے عمر بن الخطاب کو اپنا جانشین مقرر کیا، لہذا آپ لوگ انکا کہنا مانیے اور عمل کیجئے۔

(۲)۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا۔ اذا لقیت اللہ قلت استخلفت علی اھلک خیر اھلک۔ میں جب خدا کے سامنے جاؤنگا تو کہونگا کہ (اے اللہ) میں نے تیرے بندوں پر تیرے سب سے بہتر بندے کو اپنا جانشین مقرر کر دیا ہے۔

نتیجۂ بحث

افسوس ہے کہ طوالت کے خیال نے بعض اہم مسائل پر اس سے زیادہ عرض و التماس کی اجازت نہیں دی ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس مقدمہ میں بعض ایسے مسائل کا ذکر آگیا ہے جو بجائے خود مستقل ابحاث کے طالب ہیں۔ تاہم جو کچھ میں آپ کے سامنے پیش کر چکا ہوں ان سب کا حاصل یہ ہے۔

(۱)۔ رسول صلعم کے جانشین یا خلیفہ صرف حضرت ابوبکر صدیق رضؓ تھے

(۲)۔ خلافت پیروی رسولؐ کے اصلی رنگ میں صرف تیس برس تک رہی اسکے بعد خلافت، سلطنت کے معنے میں ہوگئی۔

(۳)۔ خلیفہ کے لیے آزاد، پیرو شریعت ہونا، اول اور لازمی شرط ہے

(۴)۔ خلافت قریش کے لیے مخصوص ہے۔

(۵)۔ ہر قرن میں ایک خلیفہ کا ہونا ضروری ہے۔

(۶)۔ خلافت کی غایت و غرض اصلی اقامت دین ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

خاکسار "حکیم برہم"
ایڈیٹر مشرق
جنوری سنہ ۱۹۲۳ء

ضرورت کو علماے کرام کی جماعت نے رفع کیا۔ چنانچہ حدیث میں ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علما بنی اسرائیل کے انبیا کی طرح مذہبی وملکی مہمات میں قوم کی سرراہی کرینگے۔ یہ اُس فرض کو انجام دینگے جسکو بنی اسرائیل کے انبیاء انجام دیتے تھے۔ ابن ماجہ نے عرباض بن ساریہ سے روایت کی ہے۔

یقول وعظنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم موعظۃً ذرفت منھا العیون و وجلت منھا القلوب فقلنا یا رسول اللّٰہ اِنّ ھذہ الموعظۃ موَدِّعٍ فماذا تعھد الینا۔ قال ترکتکم علی البیضاء لیلھا کنھارھا لا یزیغ منھا بعدی الا ھالك۔ من یعش منکم فسیری اختلافًا کثیرا۔ فعلیکم بما عرفتم من سنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجد وعلیکم بالطاعۃ وان عبدا حبشیا فانما المؤمن کالجمل الانف حیثما قید انقاد۔

حضرت عرباض کہتے ہین کہ وعظ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ جس سے آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے اور لوگون کے دل بھر آئے۔ ہم لوگون نے کہا کہ یا رسول اللّٰہ یہ ایسا بیان ہے جیسے کسی ساتھ چھوڑنے والے کا ہوتا ہے۔ آپ ہم لوگون سے کس امر کا معاہدہ لیتے ہین۔ آپنے فرمایا کہ مین نے تمکو ایسے واضح راستے پر چھوڑا ہے جسکی راتین بھی دن کی طرح روشن ہین جسے کوئی ایسا ہی بدبخت ہوگا جو بھولیگا جو شخص میرے بعد زندہ رہیگا وہ بڑے تغیرات دیکھیگا۔ تم مضبوطی کے ساتھ میرے اور میرے ہدایت یافتہ نیک راہ خلفا کے طریقہ پر قائم رہو اور اسکو بہت مضبوط پکڑو اور فرمانبرداری ہمیشہ کرنا خواہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیون نہ ہو مسلمان کی شان ایسی ہے جیسے اونٹ کی طرح ہے کہ جس طرف چلایا جائے چلا جائے

اس قسم کی اور بہت سی حدیثین صحاح ستہ مین مروی ہین جن مین قرآن پاک اور سنت رسولؐ

اور خلفاے راشدین (یعنی خلیفہ اول سے لیکر خلیفہ چہارم تک) کے احکام کی پابندی کا تاکیدی حکم امت کو دیا گیا ہے۔ تمام علما کے نزدیک بالاتفاق خلافت راشدہ خلیفہ چہارم حضرت علیؓ تک ختم ہو جاتی ہے۔ اسکی حدیثین بکثرت ہین اور مختلف عنوانون سے ہین جسکی نقل کی ضرورت نہین

حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ابتداء اس امر کی نبوت و رحمت ہے پھر خلافت و رحمت ہے پھر سلطنت و غلبہ ہوگا اور اسکے بعد پھر جبر و سرکشی ہوگی۔ علماے امت بزرگان دین اپیشوایان مذہب نے قرآن و حدیث اور خلفاے راشدین کے احکام سے خلافت و امامت کی جو تعریف بیان کی ہے اور اُسکے احکام و شرائط جو لکھے ہین مین اُنکو بے کم و کاست لکھے دیتا ہون تاکہ ہر مسلمان سمجھدار اور حق پرست اسکو دیکھکر خود فیصلہ کرے اور اگر کوئی غلطی ہو تو خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ اس سے قوم کو نیز اس ناچیز کو بھی مطلع کرے۔ کیونکہ مین نے علاوہ کتب مذکورالصدر کے حدیث و فقہ اور تفسیر کی کتابون مین اس مسئلہ کی پوری طور پر تحقیق کی ہے۔ اس تحقیقات اور تلاش سے جو کچھ معلوم ہوا ہے مین محض بغرض نفع خلائق لکھتا ہون۔ اگرچہ مین یہ جانتا ہون کہ شورش پسند طبقہ سے بجاے تصحیح اور تنقید کے اسکا جواب گالیون سے دیا جائیگا (جیساکہ ابتک ان لوگون سے ظہور پذیر ہوا ہے) مگر مین بلاخوف لومۃ لائم محض حسبۃً للہ اپنی قوم (کو تباہی مین پڑنے) سے بچانے کے لیے لکھتا ہون۔

الامامۃ ھی لیست من اصول الدینیات والعقائد خلافا للشیعۃ۔ بل عندنا من الفروع۔ ھی خلافۃ الرسول فی اقامۃ الدین بحیث یجب اتباعھا علی	یعنی اصول اور مدار عقائد مین سے نہین ہے بلکہ مسائل فرعیہ مین سے ہے البتہ شیعون کے نزدیک مدار دینی ہے۔ امامت رسول صلعم کی نیابت ہے دین کی حفاظت و قیام کے لیے اس طرح پر

كافة الامة۔ انّ اهل الامامة ومستحقها
من هو مجتهد فی الاصول والفروع لیقوم
بامور الدین متمکنا باقامة الحجج وحل
الشبهة فی العقائد الدینیة مستقلا
بالفتوی فی النوازل واحکام الوقائع
نصًّا واستنباطًا لانّ اهمّ مقاصد
الامامة حفظ العقائد وفصل الحکومات
ورفع الخصومات ذو رأیٍ وبصارة
بتدبیر الحرب والسلم وترتیب الجیوش
وحفظ الثغور لیقوم بامور الملک
شجاع قوی القلب لیقوی علی
الذب عن الحوزة والحفظ
لبیضة الاسلام بالثبات
فی المعارک یجب ان یکون
عدلا لئلا یجور عاقلا
یصلح للتصرفات الشرعیة
والملکیة بالغا لقصور عقل
الصبی ذکرا اذ النساء ناقصات
عقل ودینٍ حرًّا لئلا یشغله

سو انکی پیروی ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے
امامت کے قابل اور اسکا حق دار وہ شخص ہے جو مجتہد
ہے مذہب کے جزئی اور کلی احکام مین تاکہ مذہب کو
قائم و محفوظ رکھنے اور مذہبی عقائد کے شبہون کو دفع
کرنے اور دلائل قائم کرنے پر کافی قدرت رکھتا ہو
پیش آنے والے واقعات پر مستقل فتویٰ کی طاقت
رکھتا ہو اور استنباط مسائل پر قادر ہو کیونکہ امامت کا
اصل مقصد عقائد کی حفاظت اور معاملات کا فیصلہ
جنگ، عداوت اور فسادات کا دفعیہ ہے۔ عاقل
اور دور اندیش ہو تاکہ صلح اور جنگ مین انتظام کر سکے
فوجون کی ترتیب اور اسکا انتظام قائم کر سکے حفاظت
شعار اسلام کر سکے۔ بہادر ہو ہمت والا ہو تاکہ دشمنون
کو دور کر سکے اور مسلمانون کو محفوظ رکھے میدان جنگ
اور قتل گاہ مین ثابت قدم رہے اور واجب ہے کہ
منصف مزاج ہو تاکہ ظلم نہ کرے۔ ذی عقل ہو تاکہ
شرعی اور ملکی انتظامات کر سکے۔ بالغ ہو کیونکہ نابالغ
کی کمی عقل ظاہر ہے۔ مرد ہو کیونکہ عورتون مین عقل اور
دین دونون کی کمی ہے۔ آزاد ہو غلام نہ ہو تاکہ آقا
کی خدمت کی مشغولیت کامون مین مانع نہ ہو اور

خدمة السيد ولئلا يحتقر فيعصى فهذه الصفات شرط بالاجماع وان يكون قرشيا منعه الخوارج وبعض المعتزلة لنا قوله عليه السلام "الائمة من قريش" ثم ان الصحابة عملوا بمضمون هذا الحديث فان ابا بكر رضي الله عنه استدل به يوم السقيفة على الانصار حين نازعوا في الامامة بمحضر من الصحابة فقبلوه واجمعوا عليه فصار دليلا قاطعا۔

تاکہ لوگ اُسکو حقیر سمجھکر اُسکی عدول حکمی نہ کرین - یہ صفتین شرط ہین تمام مذاہب کے نزدیک نیز شرط ہے کہ قریشی النسل ہو - اس مین صرف خارجی مذہب والون کو خلاف ہے اور چند معتزلی مذہب والے بھی اسکے مخالف ہین ۔ ہماری دلیل رسول کریم صلعم کی حدیث ہے کہ "امام قریشی ہی ہوگا" پھر صحابہ رضوان اللہ علیہم نے اس پر عمل بھی کیا ہے کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یوم السقیفہ کو جبکہ انصار نے امامت کے متعلق نزاع کی تھی تو آپنے اسی حدیث کو پیش کیا تھا صحابہ کے مجمع مین اور سب نے اسکو مان لیا تھا اور اس پر اجماع ہوگیا اس لیے یہ حدیث دلیل قطعی اور یقینی ہوگئی

احتجوا اي المانعون من اشتراطها بقوله عليه السلام "السمع والطاعة ولو عبدا حبشيا" فانه يدل على ان الامام قد لا يكون قرشيا قلنا ذلك الحديث فيمن امره الامام اي جعله اميرا على سرية وغيرها كناحية ـ ويجب حمله على هذا دفعا للتعارض بينه وبين الاجماع

مخالفین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ وہ اطاعت کرنی چاہیئے اگرچہ حبشی غلام کیون نہو" یہ حدیث دلیل ہے کہ امام کا غیر قریشی ہونا جائز ہے - ہم اسکے جواب مین کہینگے کہ یہ حدیث اسکے متعلق ہے جوکہ امام وقت کی طرف سے کسی جماعت یا حصہ کا افسر بنایا جائے، اور ایسی تاویل ضروری ہے تاکہ یہ اجماع صحابہ سے نہ ٹکرائے . یا (تاویلاً)

او نقول هو مبالغة علی سبیل الفرض | مبالغۃً اطاعت حکم ہے ایک فرضی شکل مین۔

یہ کل عبارت شرح مواقف کی ہے جو علم کلام کی سب سے زیادہ معتمد اور مفصل کتاب ہی۔ امام محمد علاؤ الدین حصکفی مفتی دمشق اپنی کتاب دُرّ المختار مین فرماتے ہین۔

ویشترط کونه مسلما حرًا ذکرا عاقلا بالغا قادرا قرشیا۔	اور امام کے لیے شرط ہی اُسکا مرد، مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ، صاحب اقتدار، قریشی ہونا۔

اس مجمل عبارت کی تشریح ردالمحتار شرح دُرالمختار مین شیخ ابن عابدین یون فرماتے ہین

قوله قادرا ای علی تنفیذ الاحکام و انصاف المظلوم من الظالم وسد الثغور وحمایة البیضة وحفظ حدود الاسلام وجر العساکر وقوله "قرشیا" لقوله علیه السلام "الائمة من قریش" وقد سلمت الانصار الخلافة لقریش بهذا الحدیث وزاد فی الشروط العلم والکفایة - والظاهر انها ای الکفایة اعم من الشجاعة تنتظم کونه ذا رأی وشجاعة کی لا یجبن عن الاقتصاص واقامة الحدود والحروب الواجبة وتجهیز الجیوش - و هذه الشرط یعنی الشجاعة مما شرطه الجمهور	ماتن کا قول "صاحب اقتدار ہونا" یعنی احکام کے اجرا، مظلوم کی دادرسی، سرحدون کے استحکام، علم اسلام کی حفاظت، سرحد کی نگہداشت اور لشکر کشی پر اقتدار رکھتا ہو، اور اس کا قول "قریشی ہونا" اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام قریشی ہونگے۔ اور انصار نے اسی حدیث کی بنا پر خلافت قریش کے سپرد کر دی تھی۔ شروط امامت مین علم اور کفایت کا بھی اضافہ ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ کفایت شجاعت سے عام ہے اسمین اُسکا صاحب رائے اور شجاع ہونا دونون داخل ہین تاکہ حدود و قصاص مدضروری لڑائیون اور لشکر کشی مین اُس سے بزدلی نہ ظاہر ہو۔ شجاعت کی شرط جمہور علما نے بڑھائی ہے۔

شرح عقائد نسفی جو علم عقائد کی سب سے زیادہ مستند کتاب ہے اُس مین امامت کے شرائط حسب ذیل درج ہین۔

یکون من قریش ولا یجوز من غیرهم
ولا یختص ببنی هاشم واولاد علی یعنی
یشترط ان یکون الامام قریشیا
لقوله صلعم "الائمة من قریش"
وهذا وان کان خبرا واحدا لکن
لما رواه ابوبکر رض محتجا به علی الانصار
ولم ینکره احد فصار مجمعا علیه
ولم یخالف فیه الا الخوارج۔ و
بعض المعتزلة۔ ویشترط ان یکون
من اهل الولایة المطلقة الکاملة
مسلما حرا بالغا ذکرا عاقلا اذ ما
جعل الله للکافرین علی المومنین سبیلا
والعبد مشغول بخدمة المولی
مستحقر فی اعین الناس والنساء
ناقصات عقل ودین والصبی والمجنون
قاصران عن تدبیر الامور والتصرف فی مصالح
الجمهور سائسا ای مالکا للتصرف فی امور المسلمین

امام قریشی ہوگا۔ دوسرے خاندان سے
ناجائز ہے۔ ہاشمی اور علوی ہونے کی خصوصیت
نہین ہے یعنی امام کا قریشی ہونا شرط ہے کیونکہ
رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ امام قریش سے ہونگے
اور یہ گرچہ خبر واحد ہے لیکن جبکہ حضرت ابوبکر رض نے
اسکو انصار کے خلاف ثبوت مین پیش کیا ہی تو کسی نے
اعتراض نہ کیا اس لیے اس پر اجماع ہوا اور سوائے
خارجیون اور چند معتزلیون کے کسی کو خلاف
نہین ہے اور شرط ہی کہ امام آزاد حاکم ہو، مسلمان
آزاد، بالغ، مرد، عاقل ہو۔ کیونکہ خدا نے کفار کو
مسلمانون پر کسی قسم کی فوقیت نہین دی ہی اور غلام
آقا کے کام مین مشغول رہیگا اور لوگون کی نگاہ مین
ذلیل بھی ہوگا، اور عورتین ناقص العقل و ناقص
دین ہین۔ لڑکے اور مجنون انتظام سے مجبور ہین
اور شرط ہی کہ صاحب سیاست ہو یعنی مسلمانون کے
معاملات مین تصرف کی طاقت رکھتا ہو اپنی عقل
ورائے کی پختگی نیز اپنے رعب و دبدبہ کی قوت سے

بقوتہ رأیہ ورویتہ ومعونۃ بأسہ وشوکتہ قادراً بعلمہ وعدلہ وکفایتہ وشجاعتہ علی تنفیذ الاحکام وحفظ حدود دار الاسلام	نیز اپنے علم وانصاف اور کفایت وشجاعت کی وجہ سے احکام کے اجرا، اور دار الاسلام کے حدود کی حفاظت پر قدرت رکھتا ہو۔

یہ علماے اسلام کی متفقہ رائے ہے اس مین سواے معتزلہ اور خوارج کے کسی کو بھی اختلاف نہین ہے حتی کہ امامیہ مذہب والے بھی ان تمام شرائط مین متفق اللفظ ہین البتہ اُن کے نزدیک عصمت وغیرہ چند زائد شرطین ہین لیکن مذکورۂ بالا شروط مین ابتداے زمانہ اسلام سے اس وقت تک دنیا کے تمام سنی وشیعی اہل علم سب یک زبان ہوکر کہتے آئے ہین کہ بجز قریشیون کے دوسری نسل کا کوئی شخص خلیفہ ہو نہین سکتا۔ اسکا دعوی خلافت کسی طرح بھی قابل قبول نہین۔ خود ترک علما نے اپنی تمام کتابون مین خلافت اور امامت قریشیون ہی کے حوالے کی ہے۔ کسی کتاب مین کسی ترک عالم نے اپنے عثمانی سلاطین کو امام نہین مانا ہے حالانکہ ترکون کی بڑی بڑی تصنیفین علوم کلامیہ مین ہین، اور اس وقت بھی جبکہ ہندوستان کے ہند پرست علما اُنکو خلیفہ بنانے کے لیے بیچین ہو رہے ہین قسطنطنیہ کے کسی ترک عالم نے اپنی قوم کو حق خلافت نہین دیا ہے۔ مین دعوے کے ساتھ علی الاعلان کہتا ہون کہ جس کسی کے پاس کوئی ثبوت میری اس تحریر کے خلاف ہو اسکو پیش کرے خواہ ابو الکلام ہون یا علی برادران یا اور کوئی بزرگ ہون ہاتو برہانکم اپنی دلیل لاؤ۔ البتہ گالی کا جواب دینے سے ہر مہذب کی زبان اور قلم عاجز ہے۔ ابو الکلام نے کمال ہی کیا ہے۔ اپنے خطبۂ صدارت خلافت مین ترکی پارلیمنٹ کو (جس مین عیسائی یہودی اور بڑے بڑے فاسق شریک ہین) صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کی جماعت سے تعبیر کی ہے بیشک آپ آزاد ہین کوئی گرفت آپ پر نہین ہے جو چاہیے کیجیے اور جو چاہیے کہیے مصلحت وقت کی سپر بچانے کو کافی ہے

مگر ایسے لوگوں کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک روز اسکا جواب دینا ہوگا۔

ایک خرابی اور بھی مسلمانوں مین آگئی ہے اور وہ عربی علوم و فنون کی اکثر متداول کتابون کا اُردو ترجمہ ہو جانے سے آئی ہے۔ اُن ترجمون کو دیکھکر اُردودان جماعت کو سطحی باتین کچھ کچھ معلوم ہو جاتی ہین تو پھر اُنکی بنیاد پر وہ ہر مسئلہ مین خود کو رائے زنی کا مستحق سمجھتے ہین۔ اور چونکہ علمی تہیدستی کی وجہ سے کافی تحقیق نہین کر سکتے اِس لیے بیشتر غلط راہ اختیار کرتے اور غلط نتیجہ نکالتے ہین۔ چنانچہ لکھنؤ کے مشہور فسانہ نگار نے اپنے پرچہ دلگداز مین الائمۃ من قریش کی حدیث پر بحث کی ہے مگر معلومات تو قصون تک محدود ہین اِس لیے اہل تحقیق اور محدثین پر سوائے سب وشتم کے اور کچھ نہ لکھ سکے۔ اُنھون نے ایک کتاب خاتم المرسلین رسول کریم صلعم کے حالات مین لکھی ہے اِس مین بھی غلطیان بکثرت ہین۔ خاص کر جہان کہین اہم مسائل آگئے ہین وہان آپنے اپنے مبلغ علم کے مطابق اجتہاد بھی کیا ہے خصوصًا معراج اور خلافت کے متعلق تو کمال ہی کیا ہے۔ اُنکے متعلق کچھ تعرض تو فضول ہے البتہ اُنکو یہ صلاح مین دونگا کہ اُن کا انداز قصون کے لکھنے کا عمدہ ہے اس قسم کی طباعی اور تصانیف سے پرہیز کرنا چاہیے ع

تو مرد زبان نیستی گوش باش

تھوڑی سی منفعت دنیوی کے لیے ناحق عوام کو گمراہ کرنا بہت خراب کام ہے۔

البتہ مجھکو اپنے ندوی بھائی سید سلیمان صاحب کی تحریر حیرت مین ڈالتی ہے۔ سید موصوف نے ایک تحریر معارف مین شائع کی ہے جس مین ہندوستان کا قدیم تعلق بارگاہ خلافت سے دکھایا ہے۔ شاہان ہند کے سکون کو ثبوت مین پیش کیا ہے کہ اکثر الوالعزم سلاطین ہند نے دربار خلافت عباسیہ سے اپنے لیے سند امارت و خلعت حاصل کی ہے۔

یہ تاریخی ثبوت ابو الکلام آزاد نے بھی اپنی کتاب مین پیش کیا ہے۔ اس مین شک نہین کہ

یہ دونون تحریرین اگر اپنے دعوون کے ثبوت مین نہ ہوتین تو محض ایک تاریخی تحقیقات کی حیثیت سے قابل قدر ہوتین لیکن یہان برہانی حیثیت سے اثبات دعوی مین وہ اسی طرح قاصر ہین جس طرح گونگا اظہار مدعا مین -

ابوالکلام صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ اُنکے لیے زیبا ہے مگر میرے سید دوست نے جو ندوہ مین اتنے دنون تک علوم عقلیہ کی تعلیم حاصل کی ہے تو کیا اُس سے استدلال کا یہی انداز سیکھا ہے؟ منطق مین صرف تہذیب پڑھا ہوا شخص بھی اس سقیم طریقہ سے اجتناب کریگا اور سید صاحب نے اس کتاب کو تو میری موجودگی ہی مین پڑھ لیا تھا -

غور فرمائیے کہ آپکا دعوی اتنے مقدمات پر مبنی ہے - اول یہ کہ خلافت امور دینیہ سے ہے - دوم یہ کہ ترک سلاطین خلیفہ وقت ہین - سوم یہ کہ اس جنگ مین انکی شکست گویا خلافت کی شکست ہو -

امر اول زیادہ زیر بحث نہین ہے - خلافت امور دینیہ سے ہے - البتہ اصول دینیہ سے نہین ہے جیسا کہ آپ کی جماعت کی طرف سے ظاہر کیا گیا ہے - اگرچہ یہ امامیہ مذہب والون کا عقیدہ ہے - یہ امر ظاہر ہے کہ ہر مذہبی امر پر استدلال اُس مذہب کی کتابون اور اسی مذہب کے ائمہ کی رایون اور اُنکے اقوال سے ہوتا ہے - اور سلف صالح کے اعمال بھی کبھی کبھی پیش کرتے ہین - اسلامی احکام کے ثبوت مین نہ تو ویدون کو پیش کر سکتے ہین اور نہ راجہ رامچندرجی کے احکام کو - جس طرح پر کہ شکسپیر اور نیوٹن کے اقوال اس مین لائق اعتبار نہین ہین اسی طرح مجتبائی اور رحیمینی کے مصنفین اور شراح کی رائین بھی قابل لحاظ نہین -

اب امر دوم یہ کہ سلاطین ترک خلیفہ جائز اور امام وقت ہین - اسکا ثبوت منحصر ہے خلافت اور خلیفہ کی تعریف پر کہ کسکو کہتے ہین، اور اسکی شرطین کیا ہین - اسکو مین نے مفصل لکھدیا ہے - اب آپکو یہ ثابت کرنا چاہیے کہ شرائط خلافت سلاطین عثمانیہ مین ہین اور دنیا نے اُنکی خلافت تسلیم کر لی ہے اسکا یہ

دین ائمہ ورنہ مذہب کی کوئی تحریر اگر آپکے پاس ہو تو اسکو پیش کیجیے لیکن جو دلیل کہ آپنے معارف
مین لکھی ہے وہ تو آپکے مخالف پہلو کو ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ترکی
عباسیون سے سلطنت اور امارت لینے مین کامیاب ہوگئے اور اپنے مقبوضہ ممالک مین
من حیث الاستقلال اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا، اور انکی رعایا نے بمقتضاے حکم
السمع والطاعۃ ولو عبد احبشیا اطاعت کرنی چاہیے اگرچہ امیر عبد حبشی بھی ہو، انکے
احکام کو مانا لیکن اطراف واکناف عالم کے وہ صاحب سطوت وہیبت، عالی حوصلہ سلاطین
جنھون نے باوجود خلیفہ عباسی کی بے بسی اور کمزوری کے ان سے سند حکومت وخلعت حاصل
کرنا اپنے لیے باعث فخر سمجھا اور ان کا نام بھی اپنے نام کے سکون پر جاری کیا۔ اور جب سلطان
سلیم نے آخری خلیفہ عباسی کی بے بسی ورلاچاری سے فائدہ اٹھا کر بہ جبر سند خلافت اپنے
نام سے حاصل کرلی اور اس طرح سے خلافت کی یہ ہی سہی نشانی بھی ترکی سیلاب کی نذر ہو گئی
تو پھر کیون نہین ایشیا کی ان سلطنتون نے باوجود ترکی عظمت وجبروت کے عثمانی سلاطین کے
آگے گردنین جھکائین اور ان سے سندین حاصل کین انکے نام کا سکہ جاری کیا۔

تاریخی اوراق شاہان ہند کی خلافت کے ساتھ گرویدگی اور ان کا بیتابی کے ساتھ خلیفہ وقت
کا تجسس آخری خلیفہ المتوکل کے وقت تک کا پتہ دیتے ہین لیکن جب انکو معلوم ہوگیا کہ ترکون کے
زبردست ہاتھ نے اس چراغ کو گل کردیا اور اپنے مین انتظام کی قوت نہین پائی تو خاموش ہو کر
بیٹھ رہے مگر ترکون کی خلافت نہ انھون نے تسلیم کی نہ ان کے وقت کے کسی عالم نے۔

تاریخ اسلام کے آپ خود ماہر ہین آپ تاریخ مین اسکی کوئی مثال دکھا سکتے ہون تو پیش کیجیے

وگرنہ بہت بد ہے حق سے مکرنا ۔۔۔ بھی خواہ بن بن کے گمراہ کرنا

دوسرے ممالک کے علما کو تو جانے دیجیے خود کسی ترک عالم کی تحریر دکھائیے جس مین ترکون کو

خلیفہ جائز مانا ہو مثل ہے بعی سست گواہ چست - وہ تو خلافت کے قریب نہین جاتے آپ البتہ مار مار کر اُن کو خلیفہ بناتے ہین - اسکے متعلق آپ اپنے اُستاد اور مربی شمس العلماء علامہ شبلی مرحوم کے اُس مضمون کو ملاحظہ فرمائیے جو اُنھون نے ۱۸۹۹ء مین تحریر فرمایا تھا جسکو مین آخر مین "مشرق" گورکھپور سے نقل کردون گا -

آپکے رفیق اعلیٰ مولوی ابوالحسنات صاحب نے بھی اپنے رسالہ مین امر حق کے چھپانے کی بڑی کوشش کی ہے اور تاریخی نمایش اور قصے کہانیون کی دلفریبی سے مسلمانون کو غلط راستہ پر لگانا چاہا ہے - ابوالکلام اور اُنکے اتباع نے یہ نیا طریقہ فریب دہی نکالا ہے کہ صلحاء کو دوسرے مباحث مین اس طرح خلط کر دیا جائے کہ دیکھنے والا محرر کی علمیت سے متاثر ہو جائے اور آہستہ آہستہ اسکو قصون کہانیون کے ذریعہ سے اپنا ہمخیال بنالین - چنانچہ ابوالکلام صاحب نے اپنے خطبۂ صدارت مین اور مولوی ابوالحسنات صاحب نے اپنے رسالہ "خلافت اسلامیہ" مین اسی فریب سے کام لیا ہے -

ابوالکلام اور مولوی ابوالحسنات صاحبان کا یہ فعل نہایت شنیع ہے کہ اُنھون نے اسلام کے ائمہ کبار کی توہین و تنقیص مین مذہبی مستند کتابون کو اعتماد و استناد کے پایہ سے گرانے مین بلیغ کوشش کی ہے - کتب احادیث مین صحاح ستہ مستند ہین - ان مین بھی سب سے زیادہ قابل اعتبار "صحیحین" یعنی جامع مسلم و جامع بخاری" ہین - اور جو حدیث کہ ان دونون کتابون مین مروی ہو اسکی صحت مین اشتباہ نہین کیا جاتا ہے اور اُنکے شراح مین امام نودی شارح صحیح مسلم اور صحیح بخاری کے شارح امام عسقلانی اور امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہم پر بے حد اعتماد ہے - باوجود اسکے کہ یہ شافعی المذہب ہین لیکن تمام علماے احناف کا اعتماد انپر ہے اور انکے تدین اور علمی تبحر اور حدیث دانی پر کسی نے شک و شبہہ کی نظر نہین ڈالی - انکی

شرح مسلمانون مین وثوق واعتماد کی نظر سے دیکھی جاتی ہے - صحیح بخاری وہ کتاب ہے جسکے درس و تدریس کی ہدایت رسول اکرم صلعم نے بعض علما کو بذریعۂ خواب فرمائی ہے -
قاضی عضد حنفی علما کے مایۂ ناز ہین - انکی تصنیف سے بہتر قابل اعتبار کوئی تصنیف نہین -
یہ اپنے فن مین امام کا مرتبہ رکھتے ہین انکے علمی تبحر کو مخالفین بھی تسلیم کرتے ہین -
فرق مخالفہ مین سے کسی ایک کو بھی ان تمام بزرگون مین سے کسی ایک پر فریب، غلط بیانی، اپنے ضمیر و اعتقاد کے خلاف اظہار رائے کے الزامات لگانے کی جرأت نہ ہوئی بڑے بڑے معاندین مین سے کسی ایک کی بھی یہ ہمت نہین ہوئی کہ انکے کسی قول کو یہ کہنا کہ انھون نے سلطنت اور حکومت کے اثر سے یہ کہا ہے -
لیکن اب س زمانے مین جبکہ علمی کمال کا ثبوت ان بزرگون کی تصانیف کا سمجھنا رہ گیا ہے اور عالم و مولوی کہلانے کا مستحق وہی شخص ہوتا ہے جو ان کتابون کی تحصیل سے فارغ ہو جاتا ہے تو ان بزرگون کی علمیت اور انکی دیانت و للہیت پر حملے ہوتے ہین اور ان کتابون کی صحت مین شبہے پیدا کیے جاتے ہین اور ابو الکلام و ابو الحسنات صاحبان ان ائمہ محدثین کو اپنا جیسا پولیٹیشن اور زمانہ ساز بتاتے ہین کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم چھوٹا منہ بڑی بات شرائط خلافت مین سب سے زیادہ مؤکد شرط قرشیت ہے جو حدیث صریح سے ملفوظہ کی گئی ہے چونکہ یہ بہت واضح ہے اسکو ہر جاہل سے جاہل اور نادان سے نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ ترک اس سے خارج ہین اس لیے ان ہر دو صاحبان اور انکے اتباع ہم نوالہ نے اسکو نکالنا چاہا لیکن طریقہ وہ اختیار کیا ہے جو صرف یہی نہین بلکہ بدحبا بدتر ہے - انکی وہی مثال ہے جیسے کوئی شخص بارش مین بوندسے بھاگ کر چھت کے پرنالے کے نیچے پناہ لے - انکو یہ خیال بھی نہ آیا کہ جب یہ کتابین مشکوک اور ناقابل اعتماد ہین اور یہ علما و محدثین فریبی و مدلس ہین تو آخر مسلمانون کے پاس حدیث کی

قابل سند کتابین کیا رہ جائینگی اور وہ کون سے علما ہونگے جنکی رایوں پر امت کو اعتماد ہوگا
مولوی ابوالحسنات کے چند اقوال کو مین نقل کرتا ہون۔

رسالہ "خلافت اسلامیہ اور ترک" صفحہ ۱۰ (بعض جماعتون کے نزدیک ایک شرط ایسی ہے جسکے متعلق بہت کچھ اختلافات ہین ہم چاہتے ہین کہ حتی الامکان اسکو صاف کردین۔ وہ یہ کہ کیا قریشیت لازم ہے۔ بات یہ ہے کہ بعض کتب احادیث مین ایسی حدیثین مروی ہین جنسے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کے لیے قریشی ہونا ایک ضروری شرط ہے) آپ کا قول "بعض کے نزدیک" صریح جھوٹ اور فریب ہے۔ تمام علماے اسلام چھوٹے بڑے ہر فرقہ و ملت کے متفق الراے ہین کہ قریشیت شرط لازم ہے۔ اس مین اختلاف صرف خارجیون اور چند معتزلیون کو ہے۔ بعض کتب احادیث لکھتے ہوے شرم نہ معلوم ہوئی کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر صحاح ستہ کی کتابون مین بالاتفاق ایسی حدیثین موجود ہین۔ اگر آپ مین سچائی ہے اور تدلیس و دغا و فریب سے آپ کام لینا نہین چاہتے ہین تو کیون نہین آپ نے ان کتابون کا نام لکھا اور کیون ایسے کمزور اور مبہم لفظون مین اسکا اظہار کیا۔ آپ بندگان خدا کو دھوکا دیکر اپنے لاطائل اور لغو دعوی کو یون ثابت کرنا چاہتے ہین۔ کیا علما کا یہی طریقہ استدلال ہے؟ کیا اہل حق کا یہی شیوہ ہے؟؟

صفحہ ۱۲ (حضرت ابوبکر نے الائمۃ من قریش سے استدلال نہین کیا ہے) یہ بھی بالکل جھوٹ اور فریب ہے۔ مستند کتب احادیث، فقہ، عقائد، کلام مین موجود ہے کہ استدلال بہ یوم السقیفۃ خلیفہ اول نے سقیفہ بنی ساعدہ مین انصار کے دعوی خلافت کے خلاف اسکو پیش کیا تھا۔

صفحہ ۱۴ (یہ اجماع حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمرؓ بن خطاب کے مقدس عہد کے

بعد کا واقعہ ہے) یہ کس قدر غلط، کتنا بڑا بہتان اور صریح دھوکا دہی ہے۔ تمام فقہا و محدثین بالاتفاق یہ کہتے ہین کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے وقت ہین یہ حدیث مجمع علیہ ہوئی۔ انصار و مہاجرین رضوان اللہ علیہم کے مقدس گروہ نے اس پر اتفاق کیا۔

اسی صفحہ مین امام عسقلانیؒ کا ایک قول نقل کیا ہے ویحتاج من نقل الاجماع الی تأویل ماجاء من عمرؓ اور اسکا ترجمہ کیا ہے (کہ یہ اجماع تاویل کا محتاج ہے) یہ ترجمہ ہی غلط ہے۔ اسکا ترجمہ یہ ہے۔ کہ "اس اجماع کی وجہ سے حضرت عمرؓ کے اس قول کی تاویل کی ضرورت واقع ہوئی"۔ مجھکو حیرت ہے کہ جب مولوی صاحب کو صحیح لفظی ترجمہ پر قدرت نہین ہے اور من والی کے معنی نہین معلوم تھے تو کیون اتنی بڑی بحث مین پڑے۔ (شاید ان لوگون کو علم کی کمی کا اس درجہ یقین ہوگیا تھا کہ سارے ہندوستان کو جاہل یا اپنے جیسا ضمیر فروش سمجھ لیا تھا)

صفحہ ۵ مین تحریر ہے (امامت قریشیت کی احادیث کے راوی بکثرت قریشی ہین) دبے لفظون مین آپ ان راویون کو جھوٹا فرماتے ہین اور یہ شبہہ کرتے ہین کہ قریشی راوی نے اپنی قوم کے فائدہ کے لیے یہ روایت گڑھی ہے۔ یہ راوی صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ علیہم کے معزز طبقہ مین سے ہین۔ ان مین سے کسی پر اسماء رجال کی کسی کتاب مین کوئی جرح نہین کی گئی ہے۔ محدثین اور ائمۂ فن نے کوئی نقص نہین نکالا ہے۔ انکے مرویات کو قبولیت اور اعتماد کے ساتھ سب نقل کرتے ہین۔ مگر مولوی صاحب اپنی روحانی پاکی اور ضمیر کی صفائی سے اس درجہ پر پہونچے ہین کہ ان بزرگون کو جھوٹا قرار دیتے ہین خلفاے راشدین رضہم قریشی تھے اور خود حضرت سرور کائنات صلعم قریشی تھے۔ معلوم نہین وہ کون سے دوسرے روایات ہین جنکی روشنی سے آپنے یہ تابانی حاصل کی ہے۔ اگر ائمہ مذہب نے لکھا ہے تو حوالہ دیجیے اور اگر آپکے قلب

[illegible] امام ہو گئے ہے تو خیر ابھی مسلمانون مین اتنی بلادت نہین آئی ہے کہ اسکو باور کر لین۔

اسی صفحہ مین صحیح مسلم کی تمام حدیثین مشتبہ اور نا قابل اعتبار بتائی گئی ہین۔ اور وجہ بھی نہایت معقول ہے کہ اس مین بعض روایتین سماک کی ہین اور یہ چند آدمی کے نزدیک ضعیف الحدیث ہین۔ پہلے مجھے مولوی صاحب سے یہ پوچھنا ہے کہ قرشیت کی احادیث مین سے کون سی حدیث سماک سے مروی ہے۔ یا صرف انکی بعض روایت درج ہو جانے سے صحیح مسلم کی تمام حدیثین نا قابل وثوق ہو گئین چاہے کسی کی وہ روایت ہو۔ اور پھر صرف صحیح مسلم ہی یا کہ تمام صحاح ستہ پر اسکا اثر پڑیگا۔ کیونکہ قرشیت کے احادیث تمام صحاح مین ہین تو اب سب نا قابل اعتبار ہو گئین۔ اب حدیث کی کون سی کتاب مستند سمجھی جائے (شاید مولوی صاحب اب کوئی ایسی کتاب لکھین جس مین ارواح سے روایت کا سلسلہ مربوط ہو)

مولوی صاحب کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ صحیح مسلم وہ کتاب ہے کہ جسکو سنی علما کے علاوہ شیعی مجتہدین بھی قابل سند سمجھتے ہین نہ تو امام مسلم کی فقاہت پر اور نہ انکی کتاب کی صحت پر مخالف فرقہ کی طرف سے کوئی حملہ ہوا۔ اور نہ ایسے پھر اعتراضات ہوے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے منطق کی کتابین بہت پڑھی ہین۔

صفحہ ۱۰ مین حضرت شاہ ولی اللہ (قدس سرہ) کے قول پر اعتماد کیا جاتا ہے اور اس سے سند لیجاتی ہے۔ مگر انہی کا قول شروط خلافت مین یہ ہے۔

"از انجملہ آنست کہ قریشی باشد باعتبار نسب آباء خود زیرا کہ حضرت ابوبکر صدیق حصر کردند انصار را باین حدیث کہ آنحضرت صلعم فرمودند۔ الائمۃ من قریش الخ و غیر این طریق طریق دیگر ہم این حدیث را ثابت است بجہت اختصار برین قدر اکتفا نمودیم۔"

شاہ صاحب قدس سرہ اُن دونون باتون کے قائل ہین جنکو مولوی صاحب بزعم خود

باطل کر چکے ہین یعنی شاہ صاحب قرشیت کو شرط لازم قرار دیتے ہین اور اسکا بھی یقین رکھتے ہین
کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اسکو سقیفہ مین بمقابلہ انصار پیش بھی کیا تھا اور اسکو تمام صحابہؓ نے تسلیم
بھی کر لیا تھا مگر مولویصاحب کی تیز نظر شاہ صاحب قبلہ کی اس تحریر پر نہین پڑی - ابتدائی حصہ اپنے
خیال کا پاکر اسی پر قناعت کی کسی نے کہا تھا کہ سارے قرآن پر کسی نے عمل کیا بھی ہے جو مین کرون
لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ زہیم بجا طرات وز امر یاد مانده کُلُوا وَاشْرَبُوا مرا

صفحہ ۱۹ - مین مولوی صاحب کا قلم اور بھی بے عنان ہو گیا ہے - آپ لکھتے ہین کہ
"ہم عرب کی شرافت کی منکر نہین لیکن انکی فہم و تدبیر و سیاسی اہمیت و عظمت کو کسی طرح تسلیم
نہین کر سکتے - اور آج غالباً اس خیال مین تمام دنیا ہمارے ساتھ ہے"
یعنی عرب ممالک مین ایک تو کوئی سمجھدار ہے اور نہ کوئی معاملہ فہم ہے - یہ مولوی صاحب کا
انکسار ہے ورنہ مولویصاحب کا دلی عقیدہ تو یہ ہوگا کہ سوا ے اُنکے اور اُنکے چند یاران ہم سفر
کے تمام دنیاے اسلام مین ایسے مدبر نہین ہین مجھکو تو یقین ہے کہ تمام دنیا مین کوئی شریف اصل
صحیح النسب دنی تو اس عقیدہ مین ہرگز آپ کا ساتھی نہ ہوگا - مولوی صاحب کا پا راض نہ
ہونگے مگر حقیقت یہ ہے کہ عرب کے بازارون مین قہوہ پلانے والی لونڈی بھی آپ کی ایسی
تحریرون کو حقارت کی نظر سے دیکھیگی -

اب مولوی صاحب ایک بات بتائیے مگر خدا کے لیے سچ کہیے گا کہ عربون کی اس حالت کا
ذمہ دار کون ہے اور آپکے بنائے ہوئے خلفاے عثمانیہ نے انکے ساتھ کیا کیا سلوک کیا ہے
اور ان مین تمدن، تہذیب، شائستگی پھیلانے کی کیا کیا کوشش کی ہے - کتنے مدارس علمیہ
اُس ملک مین جاری کیے ہین - کتنے ابتدائی مکتب ہین اور کس قدر اعلیٰ درسگاہین ہین، صنعت
و حرفت کی کتنی تعلیمگاہین ہین - تجارتی ذرائع کیا ہین ؟ سچائی تو ان سب کا جواب نفی مین

دیگی لیکن شاید آپکا خیال دارالخلافۃ کچھ اور بتاتا ہے اس لیے یہ سوال نہ صرف آپ سے ہے بلکہ آپکی آل انڈیا خلافت کمیٹی سے بھی ہے کہ وہ خلیفہ کی ذمہ داریون کی تحقیق کر کے اپنے ساختہ خلفائے تطبیق دے۔ قریشی کی شرط بہت صاف ہے اور جاہل سے جاہل بھی اسکو سمجھتا ہے کہ سلطان ٹرکی اس سے بہت دور ہین لیکن کیا باقی شرطین اُن مین پائی باقی ہین؟ کیا اٹلی کی جنگ مین طرابلس کو آزاد کر کے وہان کے غریب اور غیر مسلح عربون کو قدیم دشمن اسلام عیسائیون کے سپرد کر دینا خلیفہ وقت کے لیے جائز تھا؟ آپ ذرا ترکون کی تاریخ اُٹھا کر دیکھیے کہ عثمانی سلاطین کی تخت نشینی کی کیا شان ہوتی تھی۔ ابتدا مین یہ دستور تھا کہ ایک بھائی جب تخت نشین ہوتا تھا تو وہ اپنے دوسرے بھائیون کو قتل کراتا تھا اور اس طرح اپنی خلافت کو محفوظ کرتا تھا۔ اِس خونریزی سے بچنے کے لیے یہ قاعدہ بنا کہ خاندان مین جو بڑا ہوگا وہی تخت نشین ہو سکتا ہے۔ اس قاعدہ کے بعد آپ دیکھیے کہ کتنے سلطان اپنے ولیعہدون کی سازش کی نذر ہوے ہین اور کتنون کو فوجون نے بغاوت کر کے معزول کیا ہے۔ آخر سلطان مراد کی معزولی اور سلطان عبدالحمید خان کی تخت نشینی اور پھر انکی معزولی کو دیکھیے کیا یہی طریقہ شرعاً خلفا کے نصب کا حدیث و قرآن سے ثابت ہوتا ہے۔ ٹرکی پارلیمینٹ جسکو آپ کے رہبر ابوالکلام صاحب نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جلسۂ شوریٰ سے تشبیہ دی ہے اُس مین حال پاس کا یہ رزولیوشن پیش ہوتا ہے کہ سلطنت کو کسی مذہب کی پابندی لازمی نہین ہے۔ شرم شرم۔ محکمۂ تعزیرات مین کوئی بھی سزا شرعی مقرر ہے کسی حکم کے ثبوت مین قرآن و حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے؟ کیا آپ اسکا ثبوت پیش کر سکتے ہین؟ ہرگز نہین۔ ایسی صورت مین صرف آپ یا ابوالکلام ہی انکو خلیفہ بتائین تے۔

عرب جاہل، وحشی، یا اس سے بھی زیادہ اگر آپ انکو کہنا چاہتے ہین تو وہ بھی سہی

پھر بھی اُن غریبون نے جو کچھ مذہبی اور علمی خدمت کی ہے اور کرتے ہین وہ اس قدر ضرور ہے کہ آپکے ایسے لوگون کے ہنسنے کے قابل نہین ہین۔

یہ رسالہ تو کثرت اغلاط سے تنقید کے لیے ایک مستقل کتاب کا محتاج ہے۔ کہان تک اسپر لکھا جائے صرف اسیقدر کافی ہے۔

مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی نے اس دعوی کے ثبوت اور مخالفین کے جوابات دینے مین بہت زور لگایا ہے، اور اس مین بھی شک نہین کہ ایک ذی علم جب اپنے کمزور دعوؤن کے اثبات کی کوشش کرتا ہے تو اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہین ہے کہ وہ مخاطب مین اپنے موافق اشتعال پیدا کردے۔ ایسی صورت مین دلائل کی کمزوری کی تلافی اُس اشتعال سے ہو جاتی ہے۔

مولانا نے کہین کہین اخبار "مشرق" کی تحریرات پر اعتراضات کیے ہین لیکن ان مین کوئی امر قابل جواب نہین ہے کیونکہ وہ اکثر لفظی گرفت پر مبنی ہین۔ نفس مسئلہ مین اُنکی دلیلون کی کمزوری ہر جگہ ظاہر ہے۔ مولانا محمود الحسن صاحب کا فتوی کسی طرح فتوی کی حیثیت نہین رکھتا اُسکو ناحق ثبوت مین پیش کرتے ہین۔ خود مولانا مرحوم مفتی کی ذمہ داری اپنے اوپر نہین لیتے ہین، اور اُسکے آخر مین خود ہی اس خیال کی تردید کرتے ہین۔ اپنے خطبۂ صدارت مین اُس سے علیحدہ ہو گئے ہین اور افتا کے اصول سے [illegible] پڑے ہین۔

زیر بحث یہ امر ہے کہ مدارس مین گورنمنٹ سے امداد لینی جائز ہے یا نہین؟ اسکی ناجوازی کی وہ کوئی دلیل پیش نہین کرسکتے ہین۔ دلیل وہ لاتے کہان سے۔ علم نے اُن کو اورون کی طرح فریب و تدلیس سے کام لینے نہ دیا۔

مولانا مرحوم نے موجودہ انگریزی مدارس کے نصاب کو زہر ہلاہل بتایا ہے لیکن اگر وہ زندہ

ہوتے تو انکو یہ معلوم ہو جاتا کہ جس درسگاہ کا افتتاح کیا ہے اُس مین اُن نو ہنر کے علاوہ دینیات بھی داخل ہین۔ جتنے مستقل کالج اور اسکول کھلے ہین اُن مین کہین بھی دینیات کا نام نہین ہے بلکہ وہی زہریلی چیزین مع اضافہ کے ہین۔

بات اصل یہ ہے کہ مولانا کا نصب العین اسلام تھا اور اراکین خلافت کمیٹی کا نصب العین سوراج ہے۔ مولانا دہریت سے بیزار اسلام کے شیفتہ، اور یہان علی برادران کے مذہب نو کی بنا دہریت پر ہے۔ انڈین نیشن کا قیام کیسے ہوگا جبتک کہ ہندو مسلمان اپنے اپنے مذہب کو گنگا برد نہ کرینگے۔ اراکین خلافت کمیٹی مین وہ حضرات بہت سرگرم ہین جنہون نے اپنے اپنے نام سے محمد اور حسن وغیرہ الفاظ اِس لیے حرف علت کی طرح حذف کر دیے ہین تا کہ انکا نام اچھی طرح یورپین سانچے مین ڈھل جائے۔

ہے ملبوس مین وضع آنکی نرالی ٹپکتی ہے ہر تار سے بیشمالی
جو دیکھے کوئی اُن کی شکل خیالی نہ جانے کہ ہندی ہین یا پرتگالی

یہ کس قوم و ملت کے حامی بنینگے
یہ کس علم و صنعت کے نامی بنینگے

مولوی شبیر احمد کے جواب کے لیے تو مولانا حبیب الرحمن صاحب دیوبندی کی تحریر کافی ہے جو "مشرق" ۲۳ اگست سنہ ۱۹۱۶ء مین شایع ہوئی ہے البتہ اُن سے یہ پوچھنا چاہیے کہ یہ آیات طیب آپ تک پہونچے ہین؟ انکے نزول کو تو تیرہ سو سال سے زیادہ زمانہ ہوا۔ یا قرآن کی تلاوت آپ نے اب شروع کی ہے؟۔ اس وقت تک کس محویت مین تھے؟۔ دوران جنگ مین تو آپ کے جتھے کے تمام بزرگ سب کے سب انگریزون کی تائید اور امداد مین کوشان تھے۔ بلکہ ڈاکٹر انصاری صاحب کے متعلق تو سنا جاتا ہے کہ اُنہون نے وہ تمام آلات جو قوم کے روپیہ سے ہلال احمر کے

لیے خریدے تھے اِس جنگ مین صلیب احمر کی نذر کر دیے مسلمانون کے روپیہ سے اُنھون نے صلیب کی مدد کی۔ اُسکے بھائیون نے یوسف پوری سپاہیون اور قلیون کی بھرتی مین بڑی بڑی کوششین کین آج وہی ڈاکٹر صاحب اسلام! اسلام! خلافت! خلافت!! شور مچاتے ہین۔ آپ بھی اپنی وضع پر قائم ہے جس طرح اُس وقت اُنکے ہم نوا تھے ویسے ہی اب بھی ہین اور اسی ہم نوائی مین نہ اُس وقت حق و باطل کا فرق کرتے تھے اور نہ اب۔ کیا اُس وقت آپ لوگون کو نہین معلوم تھا کہ ترک مسلمان اور خلیفہ وقت ہین۔ اور یہ فوجین عراق اور گیلی پولی مین خاص اُنکے مقابلہ کو جا رہی ہین۔ یا ان مقامات کو آپ ترکی مقبوضات نہین سمجھتے تھے کہ آج قرآن و حدیث کی غلط تاویلین کر کے مسلمانون کو تباہ کرنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوے اور ہندوستان کے امن کو برباد کر دیا۔

دیوبند کی بھی عجب خاک پاک ہے۔ کبھی تو وہان کوّا حلال کیا جاتا ہے اور اُسکی حلت کے متعلق سیکڑون فتوی چھپتے ہین، اور کبھی خدا کا جھوٹھ بولنا ممکن بتایا جاتا ہے اور اُسکے متعلق متعدد رسالے شایع ہوتے ہین اور قوم کا روپیہ اور وقت برباد کیا جاتا ہے جس جماعت کے نزدیک خدا ہی کا جھوٹھ بولنا ممکن ہے اُسکی سچائی اور حق پرستی کا کیا کہنا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری جد و جہد سوا راج کے لیے ہے جسکی بحث آگے آئیگی۔ اور یہ مولوی صاحبان تو نہ معلوم کیا آجکل اس مین کود پڑے انکا کام تو مدرسون مین درس تدریس کی مشغولی ہے۔ قوم کو مذہبی وعظ و پند ہے ؎ گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش *

مولوی صاحب کی تمام تحریر صرف ترک موالات پر ہے۔ خلافت پر کوئی روشنی نہین ڈالتی ہے۔ غالباً بوجوہ مذکورہ بالا انکو شان علم نے ایسے فریب سے باز رکھا ہے۔ ترک موالات پر بہت کچھ لکھ چکا ہون اب لکھنے کی ضرورت نہین ہے لیکن آپکو اسکی طرف توجہ دلاتا ہون کہ ترک

تعاون پر مکمل عمل ممکن نہین ہے - ملازمون اور وکیلون کو اپنے پیشہ کا ترک کرنا آپ فرض بتاتے
ہین لیکن تجارت بھی ریلوے کمپنیون کی اعانت بغیر ناممکن ہے - آپکی تحریر و تقریر کی اشاعت بھی
بغیر گورنمنٹ کے توسط کے ناممکن ہے - افسوس ہے کہ ملازم اور وکیل اپنے پیشہ کو چھوڑ کر دربدر خاک
بسر ہون مگر آپ اپنی آمدنی مین کسی طرح کی کمی نہ کرین - یہان ایک امر اور بھی قابل غور ہے وہ یہ کہ
ہندوستان مین صرف تین ریلوے لائنین ہین جو گورنمنٹ کی ہین اور انکی آمدنی سب کی سب ہندوستان
اور ہندوستانیون کے مفاد مین صرف ہوتی ہے لیکن یہ بہت ہی مختصر ہین باقی اور جتنی ہین چھوٹی
بڑی اُن سب کی مالک یورپ کی پرائیوٹ کمپنیان ہین اور انکی آمدنی یورپ جاتی ہے - ہم ملازمت
چھوڑ دین جس مین ہم کچھ نہین دیتے ہین لیکن تجارت کرین جس مین صحیح معنون مین تعاون ہو اور ہمارا
روپیہ یورپ مین جاکر ہمارے دشمنون کے سامان راحت مین صرف ہو - ایک ضروری امر کی طرف تو
بھی مولوی صاحب کو متوجہ کرتا ہون وہ یہ کہ ہندوستانی گورنمنٹ کی جس قدر آمدنی ہے اور جتنے
ذرائع سے ہے وہ سب کی سب ہندوستان ہی مین صرف ہوتی ہے - اس مین کوئی رقم انگلینڈ مین
نہین بھیجی جاتی - ہر چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے محکمہ کے ذریعہ سے جس قدر روپیہ ملتا ہے
وہ سیاسی اور انتظامی ضروری اخراجات کے بعد ملک کی ترقی اور رفاہ عام مین صرف کیا جاتا
ہے - اسی روپیہ سے سڑکون اور نہرون وغیرہ کی تعمیر کے بعد بڑی بڑی تعلیمگاہین قائم ہین متعلمین کو
اندرون ملک و بیرون ملک جاکر تعلیم حاصل کرنے کا اکثر وظیفہ بھی دیا جاتا ہے یعنی ہمارا روپیہ
کا کل ہماری بہبود مین صرف ہوتا ہے - اب مین آپ سے یہ سوال کرتا ہون کہ اس روپیہ کا لینا ہماری
اپنی منفعت ہے یا انگریزون کی امداد ہے اور اس امداد کا ترک کرنا جہالت اور حماقت ہے یا شرعی پابندی
ہے - آپ نے اور آپکے مولانا مرحوم نے جو سرکاری اور امدادی سکولون اور کالجون کے چھوڑنے
کی تحریک ملک مین پھیلائی ہے اور لڑکون کو والدین کی نافرمانی پر ابھارا ہے وہ آخر کس بنیاد پر

برائے خدا کچھ تو فرمائیے - اگر انگریزون کی اعانت کی بنیاد ہے تو ایسی صورت مین یہ فرمائیے کہ کیس قسم کی امداد ہے جو انگریزون کو ملی ہے - اور اگر انگریزی اسکولون کے نصاب کی خرابی اور مذہبی تعلیم کے نہ ہونے کی بنیاد پر ہے تو ندوۃ العلما اور دیگر عربی مدارس کہ جن مین تمام وکمال عربی علوم کی تعلیم ہوتی ہے اور درس نظامیہ جاری ہے اور سرکار سے اُن مین کافی مدد ملتی ہے اُنکا ترک کرنا کہان سے فرض ہے اور اُسکے لیے عقوق والدین جائز ہے - کیا آپ اور آپکے اُستاد مرحوم اسکی کوئی شرعی دلیل رکھتے ہین - خدا کے لیے قوم کے بچون کو عاق بناکر برباد نہ کیجیے - عربی مدارس کو جانے دیجیے مسلم یونیورسٹی علیگڈھ مین کیا زہر ہے جسکو قوم نے دور کرنا چاہا اور گورنمنٹ نے دور نہ ہونے دیا ؟ - اور اُسکے مقابلہ مین آپ اُس تریاق کو بھی بتائیے جو آپ کے قائم کردہ نیشنل کالج مین ہے -

اسکے علاوہ لاکھون روپیہ خالص عربی علوم وفنون پر گورنمنٹ صرف کر رہی ہے آپ ذرا زحمت اُٹھا کر مشرقی بنگال کو دیکھیے جہان آپکے ہندو دوستون کے تباہ کردہ لاکھون مسلمان ہین تو آپکو معلوم ہوگا کہ گورنمنٹ مسلمانون کی ترقی اور بہبود کے لیے وہان کیا کر رہی ہے اور یہ تمام مصارف ہمارے ہی روپیہ سے ہین جو گورنمنٹ ہم سے لیکر بطریق احسن ہمارے اوپر صرف کر رہی ہے - باوجود اسکے کہ برادران وطن اس مین سخت کاوشین ڈال رہے ہین -

خیر سگال گورنمنٹ کے اہم فرائض مین عام آبادی کی تعلیم ہے جسکو انگریز انجام دے رہے ہین مگر حضرت آپ قوم کے پیشوا بن کر قوم کو جہالت، سرکشی، نافرمانی کی تعلیم دے رہے ہین البتہ آپکے ساختہ خلفا سے برحق سلاطین ترک نے ایک پیسہ بھی عربون کی بہبود مین صرف نہین کیا ہے اگر اس خطا سے آپ انگریزون کو مجرم سمجھتے ہین تو درست ہے -

آپ موجودہ انگریزی نصاب کو زہر ملا بتاتے ہین لیکن یہ بھی یاد رکھیے کہ اُسی زہریلی غذا کے

پیرورده رہبران ترک تعاون ہیں وہ رنہ ہندو راج ہیں مسٹر گاندھی کہیں ترازو لیے بیٹھے ہوتے اور اُس وقت انکی ساری دیانت نکل آتی دال کے بھاؤ تک محدود ہوتی۔ آپ ہندو راج کی تاریخ اگر دیکھینگے تو میرے قول کو باور کرلیں گے۔

ان باتوں کو دیکھتے ہوے افسوس معلوم ہوتا ہے کہ ایسی گورنمنٹ سے معاملات رکھنے کو آپ شرک و کفر بتاتے ہیں اور رعیتوں کو عقوق اور رعایا کو بغاوت پر اُبھارتے ہیں۔ حالانکہ سلطان جائر سے سرکشی اُس وقت علمانے جائز رکھی ہے جب مذہبی امور میں دست اندازی ہو۔ اور یہاں بخلاف اسکے آپ خود مشرکین کی دوستی میں اپنے شعار کو چھوڑ رہے ہیں۔ کسی مسجد میں اذان نماز کو انگریزوں نے نہیں روکا ہے۔ کسی مسجد کی توہین نہیں کی ہے۔ کسی مسلمان کو مسلمان ہونے کے جرم میں ملازمت سے نہیں محروم کیا ہے۔ مکرودغا سے بلا میں نہیں پھنسایا ہے۔ بخلاف اسکے آپ اپنے جبہ پوش مولائیوں کو دیکھیے کہ کس کس طرح سے اسلام اور مسلمانوں کے مٹانے اور نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر انگریزوں کا قدم درمیان میں نہ ہوتا تو معلوم نہیں کہ آج مسلمان کس حالت میں ہوتے اور اسپین کی طرح سے آج ہندوستان سے بھی ہجرت کر جاتے۔ اگر آپکا اور آپکے ہم صفیروں کے مقصد سوراج کے حصول میں خدانخواستہ کامیابی ہوئی تو اسپین ہی کا سا حال یہاں بھی ہوگا غالباً وہاں بھی آپ ہی لوگوں کے ایسے علما اور رہبر تھے جنھوں نے یہ دن دکھایا۔ مولویصاحب خدا سے ڈریے اور ہندو مسلمانوں کو اپنے گھروں میں امن و عافیت سے رہنے دیجیے ورنہ اس غلط راستے پر چلنے سے تو نقصان مسلمانوں کو پہنچیگا۔ خدا کے یہاں اُسکو جواب آپ کیا دینگے۔

یہ سب ہنگامہ صرف ہوم رول کے لیے ہے۔ علی برادران تو قشقہ لگا کر مندر میں بیٹھینگے لیکن اُنکو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر وہ قشقہ کے ساتھ چرکی (چوٹی) بھی رکھیں اور علی برادر [illegible]

اپنا نام گنیش برادر رکھ لیں جب بھی اُنکو جینیو دھاریوں کے برابر حق نہ ملیگا اور مندر کے
دروازے پر چماروں کی طرح بھی کھڑے ہونے کی اجازت نہ ملیگی۔

ابوالکلام آزاد نے تو امام نووی اور قاضی عیاض رحمہما اللہ کو اپنے جیسا پولیٹیکل مولوی
اپنے خطبہ صدارت کے صفحات میں لکھا ہے البتہ اس قدر عنایت کی ہے کہ یہ نہیں لکھا کہ وہ
لوگ بھی برانڈی کی بوتل میز پر رکھکر احادیث کی شرح لکھتے تھے۔ چونکہ ان بزرگوں کے علمی مرتبہ اور
دینی تقدس کے متعلق میں اوپر بہت کچھ لکھ چکا ہوں اس لیے اب اسکا جواب دینے کی ضرورت نہیں
ہے۔ البتہ اُن سے یہ کہنا ہے کہ اگر آپ اپنی دہ سالہ چیخ کے ساتھ اپنے اعمال کے نقارہ کو بھی ملا
دیتے تو حقیقت حال واضح ہو جاتی۔ اس وقت جو کچھ آپکی آواز ملک میں سنائی دیتی ہے وہ صرف
مسٹر گاندھی کی ہمنوائی کی وجہ سے اور جہاں آپکی لے اُن سے الگ ہوئی کہ بانگ بے ہنگام
کی طرح مردود ہوئی۔ گاندھی جی کا اقتدار اُنکے عملی ایثار اور اعلیٰ سچائی اور غیر معمولی لیڈری کی وجہ
سے ہے۔ وہ آپکی طرح سے ایثار اور ہمدردی کا شور مچا کر قوم کے کان کے پردے نہیں پھاڑتے
ہیں۔ اُنکے اعمال اُنکے اقوال کے تابع ہیں۔

موصوف نے اپنے خطبہ صدارت کے صفحات میں الائمۃ من قریش کی حدیث کو
پیشین گوئی بنا کر نا قابل اعتبار یا قابل تاویل و مستحق تحریف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے
اور حضرت امیر معاویہؓ کی روایت کردہ حدیث کو (جسکی روایت اُنہوں نے صحابہ کرام کے مجمع
میں کی تھی) سیاسی چال اور قومی تعصب پر محمول کیا ہے۔ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم کے متعلق
ان ایسے فاسد خیالات پیدا کرنے کا سبب اُنکی آزاد منشی ہے اول تو کوئی صاحب ایمان ایسی
دریدہ دہنی کی ہمت نہیں کرتے۔ دوسرے شاید مولانا نے صحیح بخاری اور اُسکی شرح ارشاد الساری
(مصنفہ علامہ قسطلانی جو سب سے زیادہ مکمل ہے) نہیں دیکھی ہے ورنہ ایسے لغویات نہ کہتے۔

ابوالکلام

مورخ ابن خلدون مغربی کا حوالہ اکثر دیا ہے مگر نہیں کہا کہ مہاجرین انصار کی نزاع خلافت کا فیصلہ صرف اسی حدیث الائمۃ من قریش کی بنیاد پر ہونے کو وہ بھی لکھتے ہیں اور فریقین کی صفات گفتگو مورخ مذکور نے نقل کی ہے جس وقت کہ ایسی سخت نزاع تھی اُس وقت صحابہ میں سے کسی نے نہ اسکو پیشینگوئی قرار دی اور نہ راوی کو متہم کیا - آج تیرہ سو سال کے بعد یہ حضرات ان شبہوں کو لیکر کھڑے ہوے ہیں -

ملاحظہ ہو ارشاد الساری جلد ۱۰ صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ مصر

(حدیث بخاری)

حدثنا احمد بن یونس حدثنا عاصم بن محمد سمعت ابی یقول قال ابن عمر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال ھذا الامر ای الخلافۃ فی قریش ما بقی منھم اثنان

عبارت قسطلانی یعنی ارشاد الساری

قال النووی فی الحدیث ان الخلافۃ مختصۃ بقریش لا یجوز عقدھا لغیرھم وعلی ھذا انعقد الاجماع فی زمن الصحابۃ ومن بعدھم ومن خالف فی ذلک من اھل البدع فھو محجوج باجماع الصحابۃ - قال ابن المنیر وجہ الدلالۃ من الحدیث لیس من جھۃ تخصیص قریش بالذکر فانہ یکون مفھوم اللقب لا حجۃ فیہ عند المحققین وانما الحجۃ وقوع المبتدا [illegible]

ترجمہ

امام نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ خلافت مخصوص ہے قریش کے ساتھ - دوسرے کے لیے ناجائز ہے - اور صحابہ اور انکے بعد بھی اسی پر اجماع ہوا اور چند بدعتیون نے جو اختلاف کیا ہے وہ صحابہ کے اجماع کے مقابلہ میں مردود ہے - امام ابن منیر کا قول ہے کہ اس حدیث کے یہ معنے صرف لفظ قریش کے ذکر کی خصوصیت کی وجہ سے نہیں ہے یہ ایک لقبی مطلب ہے جو اہل تحقیق کے نزدیک چندان قابل خیال بھی نہیں ہے بلکہ حاصل دلیل مبتدا پر الف لام حرف ہونے سے [illegible]

معرفا باللام الجنسية لان
المبتدأ بالحقيقة ههنا هو الامر
الواقع صفة لهذا وهذا لا يوصف
الا بالجنس فمقتضاه حصر جنس الامر
في قريش فيصير كانه قال لا امر الا في
قريش وهو كقوله الشفعة فيما لم
يقسم والحديث وان كان بلفظ الخبر
فهو بمعنى الامر كانه قال ائتموا بقريش
خاصة وقوله ما بقي منهم اثنان
ليس المراد به حقيقة العدد و
انما المراد به انتفاء ان يكون الامر
في غير قريش وهذا الحكم مستمر
الى يوم القيامة ما بقي من الناس اثنان
وقد ظهر ما قاله رسول الله صلى الله عليه
وسلم فمن زمنه الى الان لم تزل الخلافة
في قريش من غير مزاحمة لهم على ذلك ومن
تغلب على الملك بطريق الشوكة لا ينكر ان
الخلافة في قريش وانما يدعي ان ذلك بطريق
النيابة عنهم الخ ويحتمل ان يكون بقاء الامر في
قريش في بعض الاقطار دون بعض ان في البلاد

صفت واقع ہوا ہی اور ہذا کی صفت بجز جنس کے اور ہو
ہی نہین سکتی۔ اب اسکا مطلب یہ ہوا کہ جنس امر (امامت)
قریش مین منحصر ہے گویا آپنے فرمایا کہ امر نہین ہی مگر قریش
مین جیسا کہ حدیث مین ہی کہ شفعہ اُس مین ہی جو قابل تقسیم
نہ ہوا جس طرح کہ اس سے انحصار شفعہ نا قابل تقسیم اُن
مین نکلتا ہی اسی طرح اُس سے بھی انحصار امر قریش مین
ثابت ہوتا ہی) اور یہ حدیث اگرچہ بظاہر خبر ہی مگر در اصل
حکم ہی یعنی صرف قریش ہی کو خلیفہ بناؤ۔ اور انحضرت
صلعم کا قول "جبتک کہ اُن مین کے دو شخص بھی باقی
رہین" اس سے مراد یہ عدد نہین ہی بلکہ اسکا مطلب یہ
ہی کہ خلیفہ قریش کے سوا نہین ہو سکتا اور یہ حکم قیامت
تک جاری رہیگا جبتک کہ دو آدمی بھی موجود رہینگے
اور اس فرمان رسالت کے مطابق ہے بھی کیونکہ اسوقت
سے اب تک خلافت قریش ہی مین ہی بغیر کسی قسم کے
تعرض کے۔ اور جن لوگون نے کہ سلطنت کو انکی نیابت
کے طور پر سمجھتے ہین۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ صرف
بعض مقامات کی قریشی حکومت کافی ہو جیسے یمن کی
حکومت تیسری صدی کے آخر سے امام حسنؓ کی اولاد
[illegible] اور امراء مکہ (شریف) یعنی امام حسنؓ ہی کی

[illegible]

اليمنية طائفة من ذرية الحسن بن علیؓ لم تزل مالكة لها منهم من اواخر المائة الثالث وامرأة ملة من ذرية الحسين بن علیؓ والينبع والمدينة من ذرية الحسين بن علیؓ وان كانوا من صميم قريش لكنهم تحت حكم غيرهم من ملوك مصر

اولاد سے ہین۔ اور ینبع اور مدینہ منورہ اولاد امام حسینؓ کی سیادت مین ہے یہ لوگ اگرچہ اشرف قریش سے ہین لیکن سلاطین مصر کے ماتحت ہین۔

اِس شرح اور توضیح سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابوا لکلام اور اُنکے پیروان نے جو کچھ بھی لکھا ہے اُسکی بنا فریب و تلبیس پر ہے۔ اسکے علاوہ سب سے اہم جو بات معلوم ہوئی وہ یہ کہ عالی نقاب ملک الحجاز (شریف مکہ) ہی خلیفہ وقت ہین اور اس سے پہلے بھی درصل اُنہی کے آباء و اجداد خلیفہ ہوتے تھے اور سلاطین ترک شعاب نائب کی حیثیت رکھتے تھے جیسا کہ آخر عہد بنی عباسؓ مین بھی تھا۔ اور غالباً اسی وجہ سے ترکون نے حجاز کی حکومت مین شریف کا قدم درمیانی رکھا اور اسی وجہ سے حجاز مین احکام سلطانی کی اجراء کے لیئے شریف کی منظوری اور دستخط کی شرط تھی کیونکہ بغیر اُنکے دستخط کے کسی حکم کی تعمیل اہل عرب نہین کر سکتے تھے اور نہ عربون نے کبھی ترکون کو اپنا بادشاہ یا خلیفہ تسلیم کیا۔ وہ سچے مسلمان ہین اُن مین پالیسی اور ضمیر فروشی نہ کبھی تھی اور نہ ہے۔ اور نہ کبھی اُنھون نے شرعی احکام کے سوا کسی حکم کو تسلیم کیا۔ ہر چند کہ ترکون نے یورپین احکام اور طریقون کے اجراء کی کوششین کین مگر ہمیشہ ناکام رہے اور سوائے خونریزی کے کچھ حاصل نہ ہوا۔

نقل تحریر مولوی حبیب الرحمن صاحب رکن دارالعلوم دیوبند

مطبوعہ ''مشرق'' ۲۲- اگست ۱۹۱۶ء

جناب والا! چند امور جداگانہ ہین - ایک حکم شریعت - دوسرا اعتقاد عام اہل اسلام تیسرے تدبیر وسعی - ان تینون مدارج کو علیحدہ علیحدہ ذہن نشین رکھنا ضروری ہے آج کل ہیجان خیالات مین اکثر ان مدارج کا امتیاز اُٹھ جاتا ہے -

حکم شریعت یہ ہے کہ اثارۂ فتنہ حرام ہے - اور ایسے وقت جبکہ نفس اسلام کو ضعف پہونچنے یا مقامات مقدسہ کی عظمت و وقعت مین فرق آنے کا ظن غالب ہے اختلاف پیدا کرنا یقیناً ناجائز ہے - خلافت راشدہ تو تیس سال کے بعد ختم ہو گئی - اُسکے بعد مروان و بنی عباس کی قوت کے زمانہ تک ملوک عضوض کا دور دورہ رہا - بنی عباس کے شباب خلافت کے وقت ایک خلافت کی دو ہو گئیں - اندلس مین مروانیون نے اپنی مستقل خلافت علیحدہ قائم کر لی - یہ بھی قریشی اور خلافت کے مستحق تھے -

اسکے بعد جب دونون خلافتین کمزور ہوگئین تو متغلبہ کی حکومت شروع ہوئی سلاطین
سلجوقیہ، دیلمیہ، طولونیہ، سامانیہ، غزنویہ وغیرہ کے حالات سے تاریخ اسلام بھری ہوئی ہے ملکے
سامنے خلیفہ کی کیا حقیقت تھی۔ خلیفہ کی اطاعت اور اسکے احکام کا اتباع کیونکر اور کس درجہ تک
کیا جاتا تھا۔ مجھے بتلانے کی ضرورت نہین سلطان سلجوقی خلیفہ کی بیٹی مانگتا ہے اور خلیفہ کو مجبور ہو کر دینا پڑتی ہے
اپنے اپنے ممالک مین تو وہ جیسے خودمختار تھے ظاہر ہے۔ خود دارالخلافت مین بھی انہی کی حکومت
تھی۔ خلافت صرف ایک اعزازی درجہ رہ گیا تھا جسکو ان ملوک نے بطور یادگار خاندان نبوت وغیرہ
بغرض مصالح ملکی قائم کر رکھا تھا ورنہ اختیارات وغیرہ کچھ نہ تھے۔ اگر کسی خلیفہ کو عہد قدیم کی یاد نے بیقرار
کیا اور اس نے اپنی خودمختاری قائم کرکے ان سلاطین کے پنجۂ اقتدار سے نکلنا چاہا تو خلیفہ کے ساتھ
وہی معاملہ کیا گیا جو ایک مخالف سلطنت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ دارالخلافہ پر چڑھائی کی گئی خلیفہ
قید کیا گیا۔ دارالخلافہ، حریم خلافت کی بے حرمتی کی گئی۔ ساکنان دارالخلافہ کا قتل عام کیا گیا۔
یہ تھی حقیقت خلیفہ اور اسکی خودمختاری کی۔

پھر یہ ہر سہ دور علماے ربانی سے بھرے ہوے تھے۔ ان علما کو مسائل شریعت معلوم تھے
اُنہون نے وہی کیا جو ایک عالم مجتہد وقت کو اسلام کی حفاظت اور اختلاف وفتنہ سے بچانے
کے لیے کرنا چاہیے تھا۔

دیکھیے یزید ابن معاویہؓ کے وقت مین صحابہ موجود تھے مگر باوجود اسکی نااہلی اور ایک سے ایک
بہتر مستحق خلافت موجود ہونے کے صحابہؓ نے سکوت، اور رضا بخلافت یزید کو اختیار کیا حضرت عبداللہ
عمرؓ نے حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہما) کی تقریر سُنی تو جواب دینے کے لیے کوٹ کھول دی اور مستعد
ہوگئے مگر پھر باندیشۂ فساد و اختلاف سکوت فرمایا حضرت حفصہ (رضی اللہ عنہا) نے بھائی کی اس
مصلحت اندیشی کی داد دی۔

خلفائے اندلس کے وقت یحییٰ بن یحییٰ، امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص شاگرد قاضی القضاۃ تھے۔ ان کو اگر یہ مسئلہ معلوم تھا کہ "جب ایک خلیفہ سے بیعت عامہ ہو جائے تو دوسرے کی خلافت ناجائز ہے اسکو قتل کر دینا چاہیے" تو یہ بھی جانتے تھے کہ آیا کوئی تدبیر انکے بس کی ہے کہ خلیفۂ اندلس کو بجا کر خلیفہ عباسی سے بیعت کرادیں اور دو خلافتوں کو ایک بنا کر شریعت غزا کا حکم قائم کریں۔ اور یہ بھی معلوم تھا کہ ایسے وقت مصلحت اسی میں ہے کہ خود اسی خلیفہ کے دربار میں اختیارات قضا برتتے رہیں

سلاطین متغلبہ کے عہد میں، جو نہ قریشی تھے اور نہ خلافت کے مستحق نہ مدعی، کیسے کیسے علماء موجود تھے، اور خود انہیں سلاطین کے دربار میں رہ کر احکام شریعت نافذ کرتے تھے۔

یہ علما جو کچھ کرتے تھے علی بصیرۃ کرتے تھے۔ انکو ایسے وقت ان شرعی توسیعات کا بھی علم تھا جن کی وجہ سے ان حکومتوں کو حدنفاذ میں داخل کر سکتے تھے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ خلاف شرع امور دیکھنے کے وقت ایک مسلمان عالم یا جاہل کا کیا فرض ہے من رأی منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان

آپ ان علما اور ان خلفاء و سلاطین کے حالات بغور دیکھیے اور اندازہ کیجیے کہ انہوں نے کیا طریقہ ان منکرات کے شیوع کے وقت اختیار کر رکھا تھا۔

اعتقاد اہل اسلام یہ ہے کہ حرمین شریفین تسلط غیر مسلم سے محفوظ رہینگے۔ البتہ میں قیام قیامت کے وقت جبکہ دنیا سے اسلام ناپید ہو جائیگا حرمین شریفین پر کفار کا غلبہ ہوگا اور ایک حبشی حجراً حجراً خانہ کعبہ کو اکھاڑ کر پھینک دیگا۔

لیکن اس اعتقاد کا یہ مطلب نہیں کہ اہل اسلام حرمین شریفین کی بے حرمتی ہوتے ہوئے دیکھیں تو

کچھ نہ بولیں انکے امکان میں ہو تو کچھ نہ کریں۔

(اسکے بعد سوالات مستفسرہ جناب کے متعلق عرض ہے۔

(۱) شریف مکہ کا ادعائے خود مختاری اور مقابلہ سلطنت ترکی ایسے وقت جبکہ سلطنت ترکی جو "صدیوں سے محافظ اسلام اور محافظ حرمین شریفین ہے" خود مبتلائے جنگ ہے جائز نہیں ہے خصوصاً جبکہ دیکھا جائے کہ عربوں یا شریف میں خود اتنی قوت نہیں کہ سلطنت ترکی کا مقابلہ کر سکیں۔ ترک سلطان متغلب ہیں مگر رعایا پر سلطان متغلب کی اطاعت بھی ضروری ہے

وان امّر علیکم عبد حبشی

(۲) ہندوستان کے مسلمان یہی کر سکتے ہیں کہ شریف کے اس فعل سے ناراضی کا اظہار کریں، اور گورنمنٹ برطانیہ سے "جسکی وہ وفادار رعایا ہیں" باادب عرض کریں کہ وہ بھی اپنی حکمت سے شریف کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ اگرچہ اس وقت سلطنت ترکی و سلطنت برطانیہ میں جنگ چھڑی ہوئی ہے مگر سلطنت برطانیہ کبھی حرمین شریفین کی ہتک حرمت کو" جو ایسے وقت ہونا لازمی ہے" گوارا نہ کریگی۔ نیز اپنی وفادار رعایا کی دلجوئی کے خیال سے اس بارہ میں مسلمانوں کی عرضداشت کو پس پشت نہ ڈالیگی۔ باوجود ترکی اور برطانیہ میں جنگ جاری ہونے کے گذشتہ سال گورنمنٹ نے باشندگان حرمین کو غلہ پہونچایا اور حج کی اجازت دی حجاج کے لیے سہولتیں پیدا کیں۔

میرے خیال میں مسلمانان ہندوستان اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے۔ شور وغل مچانا بجائے مفید ہونے کے مضر معلوم ہوتا ہے ہاں گورنمنٹ تک اپنی آوازوں کا پہونچانا جیسا کہ اکثر موقع میں وفادار رعایا اپنی محسن و مربی گورنمنٹ کے ساتھ کرتی ہے مناسب و مفید ہے۔

انکے دل کو اس سے صدمہ پہنچتا ہے کہ حرمین شریفین میدان جنگ نہیں مگر ان کے

اختیار مین کیا ہے - کیا شریف مکہ اُنکی آواز پر کان دھر سکتا ہے یا سلطنت ترکی اُنکی رائے پر عمل کر سکتی ہے یا اُنکے پاس کوئی ایسی قوت ہے جسکو استعمال کر کے وہ کسی ایک کے حق مین فیصلہ دے سکتے ہین -

رہا اخبارات کا الزام علما پر بزدلی یا خاموشی کا اسکی وجہ موجّہ میری سمجھ مین نہین آئی مسئلہ کھلا ہوا ہے سب کو معلوم ہے - علما سے استفسار کرنے کی ضرورت نہین، اور ہو تو انکو اظہار مین تامل نہین ہے - اسکے سوا علما کے بس مین کیا ہے اگر کوئی بات ہے جسکو وہ استعمال نہین کرتے تو اخبارات ہی اسکو ظاہر کر کے الزام لگائین - اگر سلف رحمہم اللہ پر بزدلی کا الزام قائم کرنا جائز ہوگا تو علماے زمانہ پر یہ الزام صحیح مان لیا جائیگا -

سلطنت ترکی اور شریف مکہ مین ایک سے زیادہ کئی مرتبہ اختلاف ہوا - حرمین کے اندر عربون کی شورش فرو کرنے کے لیے سلطنت ترکی کو فوج کشی کرنی پڑی مگر مجھے اس وقت تک تاریخ سے پتہ نہین چلا کہ علماے ہند نے کیا تدبیر کی تھی - کوئی وفد اس معاملہ کو سلجھانے گیا تھا ؟ - اور یہ وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان مین قوت کے ساتھ اسلامی سلطنت بھی قائم تھی -

جواب

آپکے اخبار گوہر بار "مشرق" کی اشاعت ۲۲ اگست ۱۹۱۶ء مین جو صحیفہ شریفہ حضرت مولانا مولوی حبیب الرحمن صاحب رکن دار العلوم دیوبند مین طبع ہوا ہے اُسکے فیصل کن بیان مین سواے ہٹ دھرم اور متعصب کے کسی کو کلام نہین - مین نے اسکو بار بار پڑھا اور ہر مرتبہ آپکے ارشادات سے لطف تازہ اور اطمینان جدید حاصل ہوا - میرے اکثر احباب سے نئے تعلیم یافتہ اور علماے حال کے ہمخیال وغیرہ ہین - جنکی محافل مین ہمیشہ ایسے ایسے خیالات ظاہر کیے گئے

جن سے حضرات علماے کبار سے مجھے گونہ بدظنی ہوگئی تھی - الحمدللہ کہ وہ اس تحریر کے سے دفع ہوگئی
ہوگئی - حسن اتفاق سے مولانا حبیب الرحمن صاحب نے جو کچھ ایما فرمایا وہ میرے خیالات کا آئینہ تھا
مگر بر سبیل تذکرہ بعض احباب سے ایسے امور منکشف ہوئے جنکے جواب دینے سے یہ فقیر قاصر رہ گیا اگرچہ
خیال کو مین نے مستقل رکھا - مگر انکے دفع شبہات نہ کر سکنے کے باعث طبیعت مین تردد پیدا ہوگیا -
اور خوف ہوا کہ اسی طرح دیگر اطراف ملک مین بھی لوگ ہین جنکو راہ راست سے ڈگمگا دینا مشکل نہ ہوگا اور
جو فائدہ ممدوح الصدر مدظلہ کی تحریر سے متوقع ہے وہ کم ہوجائیگا بلکہ برعکس مضرت ہوگی - اسکے
دفعیہ کی صورت اگر صرف اپنے شبہات دفع کرنا ہوتا تو بہت آسان تھی - خط موصوف الصدر کو
لکھتا اور جواب باصواب سے تشفی حاصل کرلیتا لیکن مقصود تو عام فائدہ ہے - اسکے بہتر ذرایع سے
اشاعت اخبار ہے - اسکے ذریعہ اگر دفع شبہات ہو تو گو آسان نہین تاہم اصل مرض کی دوا یہ
ہی ہے - چاہیے تھا کہ تمام اہل اسلام اخبار نویس میری اس ہمدردانہ تحریر کو شایع فرماتے اور
مولانا موصوف الصدر کے بھی جواب سے اپنے اخبارات کو زینت دیتے مگر اسکی امید نہین کہ
عام طور پر اخبارات اپنی عام پسند کو ترک کردین - کیونکہ ان کا مقصد کچھ اور ہی ہے البتہ
آپکے اخبار سے قوی امید ہے کہ آپ ضرور ہی میرے شبہات کی اشاعت فرماکے موصوف
الصدر سے جواب حاصل کرکے مع اس نیازنامہ کے شایع کردینگے تاکہ موقع شبہات پیدا کرنیکا
لوگون کو باقی نہ رہے -

مین اظہار خیالات و شبہات مین مجبور ہون کہ حدود احکام گورنمنٹ سے باہر نہین
جا سکتا اس واسطے متعلق شریف صاحب کے اور مسئلہ خلافت کے جو راہ راست سے ہٹانیوالے امور
پر شبہات ہین انکو نظرانداز کردون بلکہ انہین پر اکتفا کیا جائے جو احکام شرعیہ و امور عام کے
متعلق شبہات مسموعہ ہوئے ہین -

ناظرین انہین شبہات اور اُنکے جوابات پر دیگر مسائل مین شبہات وجوابات کی قوت وضعف کا اندازہ کرسکتے ہین -

جناب مولانا ممدوح کا ارشاد ہے "جناب الا ! چند امور جدا گانہ ہین ایک حکم شریعت دوسرا اعتقاد عام اہل اسلام تیسرے تدبیر وسعی - ان تینون مدارج کو علیحدہ علیحدہ ذہن نشین رکھنا ضروری ہے - آج کل ہیجان خیالات مین اکثر ان مدارج کا امتیاز اُٹھ جاتا ہے"

اس ارشاد پر جو لاطائل اعتراضات ہوے انکا تو جواب حقرنے دیدیا مگر بعض امور لاحل رہ گئے - اُن مین سے حسب ذیل ایک صاحب نے خیال ظاہر فرمایا ہے وہ کہتے ہین کہ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اعتقاد عام اہل اسلام ایسے ہی تدبیر وسعی یا تو حکم شریعت ہے یا خلاف حکم شریعت ہے اگر حکم شریعت ہے تو پھر مدارج کا تفاوت کس لحاظ سے ہے - اگر خلاف حکم شریعت ہے تو ظاہر ہے کہ عام اعتقاد پر کبھی اجتماع ہوجاتا ہے اسکا خلاف حکم شریعت ہونا ناممکن ہے - کیونکہ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ کے خلاف ہے خصوصاً جبکہ اُس اعتقاد مین علماء و مجتہدین بھی متفق ہون - ایسی صورت مین جمہور اہل اسلام کے نزدیک وہ حکم قطعی ہے اُسکا خلاف حکم شریعت ہونا ناممکن ہے - اور اگر اوباش لوگون کا اعتقاد اور رجحان کا خیال مقصود ہے تو اُسکو حکم شریعت کے پہلو بہ پہلو ذکر کرنا اور اُسکے مدارج سے تعرض کرنا حقیقت مین چھوٹی بات کو بڑا کردینا ہے اور بے وقعت شی کو وقعت دلادینا ہے اور اگر ایسے عام لوگ ہین جو حد اجتہاد تک نہین پہونچے عقل و علم سے سرفراز ہین تو اُنکا قول اگرچہ اجماع کی حد تک نہ پہونچے - خلاف شرع ہونا اُن کا ضروری نہین اور بر تقدیر موافق شرع ہونے کے وہ اُسی درجہ مین ہین جو حکم شریعت کا درجہ البتہ خلاف شرع ہونے کی صورت مین اُنکو بحث مین لانا انکے مقابلہ مین حکم شریعت کھنا بڑی بے وقعت شی کو موقر کردینا ہے - یہی کیفیت تدبیر وسعی کی ہے - کہ وہ بھی موافق شریعت

مقبول اور مخالف شریعت مردود ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ہمارے امور صرف دو ہی قسم کے ہین
یا تو حکم شریعت ہونگے یا خلاف حکم شریعت ہونگے۔ انہین مین متمیز کرنا مسلمان کا کام ہے۔
جو اعتقاد عام اہل اسلام اور تدبیر وسعی موافق حکم شریعت ہے مقبول ہے اور جو خلاف حکم شریعت
ہے وہ مردود ہے۔ اس مسئلہ مین قائل کا مقصد یہ ہے کہ اگر علما کسی تدبیر وسعی کو اختیار کرین یا
عام اہل اسلام کا کوئی اعتقاد ہو تو نہ علما کی تدبیر وسعی قابل قبول ہو سکتی ہے اگر وہ موافق حکم
شریعت نہ ہو۔ نہ عوام اہل اسلام کے اعتقاد ہو سکتے ہین جب تک کہ وہ خلاف حکم شریعت
نہ ہون۔ حکم شریعت کا لحاظ لازمی ہے اور ہر حالت مین وہی فیصلہ کن ہے۔ اور شریعت کا حکم
جمہور کے نزدیک قرآن وحدیث اجماع قیاس مجتہد سے معلوم ہو سکتا ہے مین قائل کی تقریر
کو مفصل نہین لکھ سکتا ہون اتنے ہی اعتراض پر اکتفا کر کے امیدوار ہون کہ اُس سعد کی غرض کو
ظاہر فرما دین جو اُنہون نے اپنے صحیفہ قدسی مین تحریر فرمائی ہے تاکہ ایسے حضرات کی دانی ہی
ہو جو ہم لوگون کو راہ راست سے بہکانا چاہتے ہین اُسکے بعد مولانا نے خلافت و بادشاہت اور
تغلب کے تین وقائع کیے ہین انکے متعلق شبہات کو مین نے پہلے ہی لکھدیا ہے کہ جو اقدم کرنا
اس وقت نامناسب ہے اُن کو آئندہ حل کرنے پر اُٹھا رکھا ہے۔ بعد اُسکے مولانا تحریر فرماتے ہین
"پھر یہ ہر سہ دور علماے ربانی سے بھرے ہوئے تھے ان علماء کو مسائل شریعت
معلوم تھے اُنہون نے وہی کیا جو ایک عالم مجتہد کو اسلام کی حفاظت اور اختلاف وفتنہ
سے بچانے کے لیے کرنا چاہیے تھا"

اسکے متعلق فاضل معترض درفشانی کرتے ہین کہ یہ امر مسلم ہے کہ ان دورون مین علماے
ربانی تھے اور اُنہون نے ویسا ہی کیا جیسا کہ مولانا نے لکھا ہے۔ مگر یہ دور علماے سو یا مجتہد
مخطی سے خالی نہ تھی انہون نے وہی کیا جو اُنکی شایان شان تھا۔ اور اُنکے افعال و اقوال سے

بہت سے امور خلاف شریعت ظاہر ہوگئے - حاصل یہ کہ علماے ربانی ہی کا وجود ہر سہ قرون
مین مسلم اور اُن مین خصائص نجیبہ مسلم ہے - ربانی بھی تھے غیر ربانی اور مجتہد مصیب بھی تھے - خاطی بھی
اتباع بعد تنقیح کے علماے ربانیون کی اور مجتہد مصیب کی حکم ہوگئے یا مجتہد مخطی کے اتباع
بھی معذرت ہوسکتی ہے - اُسکو ایک درجہ ثواب کا ملجائیگا - مگر حسنات جنکو دس درجہ ثواب کی
امید ہے اُنکے درجہ تک پہونچنا مجتہد مخطی کے لیے ناممکن ہے خلیفہ اول نے بعد حضور کی
وفات کے جب مانعین زکاۃ سے مقابلہ کی رائے قائم کی تو مصالح و تدابیر کے لحاظ سے سب نے
مخالفت کی - یہان تک کہ حضرت عمر فاروق بھی اُسکے مخالف تھے مگر آخر مین سب نے تسلیم کرلیا
کہ خلیفہ اول ہی حق پر تھے اُنہین کی رائے قابل قبول ہوئی یہ ضرور ہے کہ اختلاف ہوا مگر تصفیہ
حضرت صدیق اکبر ہی کے ارشاد پر ہوا اور وہی حق تھا اُسکی موافقت سبھون نے کی اور اپنی خطا
کا اعتراف کرلیا - اب یہ قطعی کہا جاسکتا ہے کہ رائے وہی تھی جو حضرت صدیق اکبر کی تھی اور دیگر
مجتہدین صحابہ خطا پر تھے - لائق پیروی حضرت صدیق کی رائے ہے - نہ کہ دیگر اشخاص کی -
لہذا دور صحابہ مین ہم اسی قدر کہہ سکتے ہین کہ مجتہد مخطی معذور تھے مگر بعد اُنکے صاف کہا جاسکتا
ہے کہ ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علما کی دو قسمین ارشاد فرمائی ہین - اُن مین ایک علماے سو
بھی ہین جو ہر زمانہ مین بہ تعداد کثیر رہے اور علماے ربانی علماے خیر کم رہے وقلیل من عبادی
الشکور کے لحاظ سے - مگر اُنہون نے اپنے فرض سے غفلت نہین کی - اُنکو حکم شریعت ملحوظ رہا
اور کبھی اُنہون نے کسی تدبیر یا سعی خلاف شریعت کو اختیار نہین کیا وہ قابل اتباع ہین - نہ کہ
علماے سو کہ جنہون نے دنیاے دنی کی زندگی کے عوض خدا کی رضامندی اور جنت کو فروخت
کردیا اور خدا کی ناخوشی کی پرواہ نہ کی دنیاوی حکومتون کی خوشنودی اُنکا مقصد زندگی ٹھہرا خود
گمراہ ہوے دوسرون کو گمراہ کیا - اسکے بعد مولانا تحریر فرماتے ہین -

"دیکھیے یزید بن معاویہ کے وقت میں صحابہ موجود تھے مگر باوجود اسکے نااہل اور ایک سے ایک بہتر مستحق خلافت موجود ہونے کے صحابہ نے سکوت اور رضا بخلافت یزید کو اختیار کیا۔"

یہ امر نہایت مدلل ہوتا اگر قابل معترض حضرت امام علیہ السلام کے فعل کو حجت نہ پکڑتے اور حضرت عبداللہ ابن زبیر اور اُنکے ہمراہ کثیر التعداد صحابہ کی شرکت کے باوجود یزید سے لڑائی نہ ہوتی اُسکا ارشاد ہے کہ آپ ہی فیصلہ کیجیے کہ فعل امام علیہ السلام اور مقابلہ ابن زبیر حق تھا اور واجب اتباع تھا یا اُن مخطئین کا فعل جنہوں نے یزید کی اتباع بہ طیب خاطر کرلی تھی یا جو بطور تقیہ کے اُسکی امامت پر سکوت کیے ہوے تھے جسکا عدم جواز بھی جمہور کے نزدیک مسلم ہے اگرچہ کسی صحابہ ہی سے کیوں نہ ثابت ہو جس قدر صاف و واضح مثال مولانا مدظلہ نے ارشاد فرمائی تھی اُسی قدر یہ شبہہ خصوصاً حضرت امام علیہ السلام کے فعل سے کیا گیا ہے۔ اسکا دفعیہ مولانا مدظلہ کو ضروری ہے ورنہ معترض کے شبہات کو بہت تقویت ہو جائیگی۔ اور آنکے اقوال ایسے ہونگے جو دل نشین ہونگے۔ عام طور پر قابل قبول ہونگے۔ مجھے خود بھی اس سے بہت خلجان ہے کہ فعل امام علیہ السلام اتباع کے قابل ہے یا مریدین یزید مقتدی بننے کے لائق ہیں۔ ل دل کو قبول کرتا ہے

پھر مولانا ارشاد فرماتے ہیں۔

"حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی تقریر سُنی تو جواب دینے کے لیے کوٹ کھولدی اور مستعد ہوگئے مگر پھر باندیشۂ فساد و اختلاف سکوت فرمایا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے بھائی کی اس مصلحت اندیشی کی داد دی"

اس سے ہمکو بہت موقع یہ ملتا ہے کہ ہم حکام دنیاوی اور متغلبین کے اقوال کو سکوت سے سنیں اور کسی قسم کا جواب نہ دیں خصوصاً جبکہ اُسی کا موقع ہو۔ ہمکو حضرت ابن عمر کا فعل بالراس والعین قبول مگر دیگر صحابہ مثل حضرت بلال وغیرہ کے اس فعل کے موافق نہیں

معلوم ہوتے اور حضور کا ارشاد بھی اس فعل کے خلاف امر کو افضل بتاتا ہے۔ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے عن علقمہ بن مرید عن ابن ہریرہ عن ابیہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال افضل الجہاد کلمہ حق عند سلطان جائز اخرجہ الحارثی والفرجہ النسائی واحمد والطبرانی والبیہقی عن ابی السعید وابن مسعود وسہل بن سعد وابی امامۃ وطارق ابن شہاب۔

اور دوسری روایت امام صاحب کی ہے عن عکرمۃ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سید الشہداء یوم القیامۃ حمزۃ ثم رجل دخل الی امام امرہ ونہاہ کذا رواہ الحارثی ورواہ ابن خسرو وابن عبد الباقی والخطیب والحاکم وکلاہما فامرہ ونہاہ فقتلہ وعند النسائی من حدیث ابی سعید ما یدل علی معنی الجملۃ الثانیہ۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو حاکم و بادشاہ کے روبرو کلمہ حق کہدے اگرچہ قتل کرنے کا اندیشہ ہو بلکہ قتل بھی کر ڈالا جائے تو وہ افضل ترین شہداء سے ہے۔ اور اسی حدیث کی رو سے کبار مجتہدین و علماء نے حق بات کے اظہار سے کبھی روگردانی نہین کی بلکہ مصائب اور قتل و صلب کو اختیار کیا جسکے نظائر سے کتب سیر و حدیث مملو ہین۔ ایسی صورت مین ابن عمر کا ایک فعل اور بنت عمر کا تحسین کرنا کیونکر مقابل احادیث و افعال صحابہ و مجتہدین قابل اتباع ہو سکتا ہے۔ اور اس مین کیا فضیلت ہے حق یہ ہے کہ علما اس قسم کے حیلہ ڈھونڈھا کرتے ہین اور خواہ مخواہ اپنے دل سے مسئلہ گڑھ لیا کرتے ہیں۔ معترض صاحب کا شد ومد سے اس اعتراض کا کرنا نہایت دلخراش ہے۔ اسکی

تردید ضرور ہونا چاہیے - کیونکہ اسی پر مدار اس وقت کے علما پر اعتراض کا ہے - اس کے بعد مولانا کا ارشاد کہ

"خلفاے اندلس کے وقت یحییٰ بن یحییٰ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص الخاص شاگرد قاضی القضاۃ تھے اُن کو اگر یہ مسئلہ معلوم تھا کہ جب ایک خلیفہ سے بیعت عام ہو جائے تو دوسرے کی خلافت نا جائز ہے اسکو قتل کر دینا چاہیے - تو یہ بھی جانتے تھے کہ آیا کوئی تدبیر اُسکے بس کی ہے کہ خلیفہ اندلس کو لیجا کر خلیفہ عباسی سے بیعت کرا دیں اور دو خلافتوں کو ایک بنا کر شریعت غرا کا حکم قائم کریں اور یہ بھی معلوم تھا کہ ایسے وقت مصلحت اس میں ہے کہ خود اسی کے دربار میں اختیارات قضا برتتے رہیں"

اس پر معترض صاحب یوں زبان طعن کشادہ فرماتے ہیں کہ جناب خود انہیں یحییٰ بن یحییٰ کے اُستاد امام مالک کا فعل اور آپکے مقتدی امام ابو حنیفہ کا فعل اُسکے خلاف ہے - ان دونوں حضرات نے حق کی تائید میں کوشش کی کہ نفس ذکیہ رحمۃ اللہ علیہ کا دعوی خلافت ثابت ہو جائے ہر طرح سے مدد کی - مال و جان سے حاضر تھے کچھ احتمالات فساد کا اندیشہ نہ کیا - اور اس وجہ سے حضرت نفس ذکیہ کو منصور پر تقدم دیا گیا کہ انکی بیعت مقدم تھی بلکہ منصور بھی اُنکی بیعت کرنے والا تھا - اسکو تو ہمارا یہ جان جانا ہو گا اب گروہ حنفیہ کو امام ابو حنیفہ کے فعل کو اختیار کرنا چاہیے یا یحییٰ بن یحییٰ مالکی سے استنباط کر کے گلو خلاصی ہو سکتی ہے - کیا یحییٰ اندلسی کے فعل میں یہ احتمال نہیں ہے کہ اُنکے نزدیک منصور جائز خلیفہ نہ تھا جو وہ کسی جائز خلیفہ سے منحرف ہوتے اُنکے فعل میں قوی احتمال یہی ہے جسکے موافق اُنکے شیخ امام مالک اور معاصر شیخ امام ابو حنیفہ تھے - اس سے معترض صاحب کا مقصد یہ ہے کہ امام صاحب نے اعانت حق میں کسی مصلحت کا اعتبار نہ کیا - بلکہ بعض کا گمان ہے کہ منصور خلیفہ چونکہ امام صاحب کی

اس سازش سے آگاہ تھا اُس سے قضاہ کا حیلہ نکال کے اُنکو قید کر دیا اور طرح طرح کی اذیتیں دین منصور کو معلوم ہونے کی وجہ یہ بتاتے ہین کہ محمد اس وقت جبکہ ان ائمہ نے نقض کیے سے خفیہ سازش کی تھی اور خلافت بنو اُمیہ کے درہم برہم کرنے کی کوشش کی تھی تو وہ بھی اس مجلس مین شریک تھا بلکہ اس نے بھی انکی بیعت کی تھی واللہ اعلم۔

اسکے بعد مجملاً یہ اعتراض ہے کہ متغلبہ کے دور مین علماء سوء اُنکی رضاجوئی کرتے تھے اور علماء ربانی اور مشائخ حقانی اُنکے مقابل نصرت حق سے کبھی دریغ نہین کرتے تھے اور ہمیشہ علماء سوء پر اسی طرح اعتراضات ہوتے رہے جیسے کہ ہم کرتے ہین اور علماء حقانی کی اُسی طرح سے قدر رہی جیسی کہ اس وقت ہے مگر جماعت اولی کثیر رہی اور جماعت ثانیہ قلیل مگر اللہ کے برگزیدہ بندون سے نہ پہلے دنیا خالی تھی نہ اب۔ اور علماء سوء سے نہ کبھی عالم پاک ہوا تھا نہ اب۔ اور تاویلات کی بھی گرم بازاری ہمیشہ رہی اب بھی کی جاتی ہے مگر دل سلمان صاف خود دونون جماعتون مین تفریق کر لیتا ہے۔ اسلام خود ہی اپنی صداقت وکذب کی دلیل رکھتا ہے۔

اسکے بعد مولانا مدظلہ ارشاد فرماتے ہین "اعتقاد اہل اسلام یہ ہے کہ حرمین شریفین تسلط غیر مسلم سے محفوظ رہینگے البتہ عین قیامت کے وقت جبکہ دنیا سے اسلام ناپید ہو جائیگا حرمین شریفین پر کفار کا غلبہ ہوگا اور ایک حبشی حجراً حجراً تاتہ کعبہ کو اُکھاڑ کر پھینک دیگا لیکن اس اعتقاد کا یہ مطلب نہین کہ اہل اسلام حرمین شریفین کی بے حرمتی ہوتے ہوئے دیکھین تو کچھ نہ بولین اُنکے امکان مین ہو تو کچھ نہ کرین"۔

معترض صاحب فرماتے ہین کہ یہ صاف مقصد جمعیۃ خدام کعبہ کا ہے جنکو مولانا مدظلہ نے اپنے الفاظ مین ادا فرمایا ہے جو اعتراضات جمعیۃ مذکورہ پر کیے جاتے تھے وہ سب اُٹھ گئے ہین جمعیۃ خدام کعبہ کا جو اندیشہ تھے مجھے اُس تحریک کی قدر کی بخوبی نہین لیکن اس وقت مین اُسکے مقاصد کی

اتنی اہمیت نہین سمجھتا تھا جتنا کہ اُن معترض صاحب نے اِس جملہ کی تشریح کرکے میرے دل کو جمعیتہ کی طرف راغب کردیا ہے۔ اگر اسکے متعلق یہ کہا جائے کہ اسکے مقاصد مین کلام نہین اسکے طریقۂ عمل مین کلام ہے تو اسکی اصلاح ممکن ہے۔ اور جس نے شرکت نہ کی اور نہ اصلاح کی اُس نے اپنا فرض ادا نہین کیا مجھے مولانا مدظلہ سے اس شبہہ کے دفع کرنے کی التجا بھی کرنا ضروری ہے اسکے بعد مولانا مدظلہ نے سوالات کے متعلق اظہار خیال فرمایا ہے۔

"(۱) شریف مکہ کا ادعا رخود مختاری اور مقابلہ سلطنت ترکی ایسے وقت جبکہ سلطنت ترکی جو صدیون سے محافظ اسلام اور محافظ حرمین ہے خود مبتلا رے جنگ ہے جائز نہین ہے خصوصاً جب یہ دیکھا جائے کہ عربون یا شریف مین خود اتنی قوت نہین کہ سلطنت ترکی کا مقابلہ کرسکین۔ ترک سلطان متغلب تو ہین رعایا پر سلطان متغلب کی اطاعت بھی ضروری ہے وان امر علیکم عبد حبشی"

مولانا مدظلہ کے کلام کو یہ معترض مختلف مواقع مین سند پکڑتا ہے خصوصاً اُن لوگون کے واسطے بڑی دلیل سمجھتا ہے جو شریف مکہ کو باغی وخاطی کہتے ہین۔

مولانا نے ارشاد فرمایا ہے "(۲) ہندوستان کے مسلمان یہی کرسکتے ہین کہ شریف کے اس فعل سے ناراضی کا اظہار کرین اور گورنمنٹ برطانیہ سے جسکی وہ وفادار رعایا ہین ادب سے عرض کرین کہ وہ بھی اپنی حکمت سے شریف کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ اگرچہ اس وقت سلطنت ترکی و سلطنت برطانیہ مین جنگ چھڑی ہوئی ہے مگر سلطنت برطانیہ کبھی حرمین شریفین کی ہتک حرمت کو جو ایسے وقت ہونا لازمی ہے گوارا نہ کریگی۔ نیز اپنی وفادار رعایا کی دلجوئی کے خیال سے اس بارہ مین مسلمانونکی عرضداشت کو پس پشت نہ ڈالیگی۔ باوجود ترکی اور برطانیہ مین جنگ جاری ہونے کے گذشتہ سال گورنمنٹ نے باشندگان حرمین کو غلہ پہونچایا ہے کی

اجازت دی۔ حجاج کے لیے سہولیتین پیدا کین۔ میرے خیال مین مسلمانان ہندوستان اس سے زیادہ کچھ نہین کر سکتے۔ شور وغل مچانا بجاے مفید ہونے کے مضر معلوم ہوتا ہے۔ ہان گورنمنٹ تک اپنی آوازون کا پہونچانا جیسا کہ اکثر مواقع مین وفادار رعایا اپنی محسن مربی گورنمنٹ کے ساتھ کرتی ہے مناسب مفید ہے"

معترض کہتا ہے کہ مسلمانان ہند نے اسی ارشاد مولانا کے موافق عمل کیا گورنمنٹ تک اپنی آوازین پہونچادین۔ اور کسی قسم کا شور وغل نہین مچایا۔ ایسی حالت مین لکھنؤ کے سربرآوردہ حضرات پر جو "موسکا فیان مشرق" وغیرہ نے کین وہ بالکل بیجا ہین۔

بعدہ ارشاد مولانا ہے "انکے دل کو صدمہ پہونچتا ہے کہ حرمین شریفین میدان جنگ بنین مگر انکے اختیار مین کیا ہے۔ کیا شریعت مکہ ان کی آواز پر کان دھر سکتا ہے یا سلطنت ترکی انکی راے پر عمل کر سکتی ہے یا انکے پاس کوئی ایسی قوت ہے جسکو استعمال کر کے وہ کسی ایک کے حق مین فیصلہ کر سکتے ہین" اسکے متعلق معترض کہتا ہے کہ قرآن پاک کا حکم ہے کہ اگر دو گروہ مسلمانون کے باہم لڑین تو تم مصالحہ کرا دو اگر ان مین سے کوئی پھر بغاوت کرے تو پھر اس سے مقاتلہ کرو۔ پھر اگر وہ اپنے فعل پر نادم ہو تو صلاح کر دو ان دونون کے درمیان عدل و انصاف سے تو اگر کوئی شخص اس آیت پر عمل کرنا چاہے اور یہ خیال کرین کہ اپنا فرض ادا کرین دوسرا اپنا فرض ادا کرے یا نہ کرے تو یہ شخص کیونکر لائق گرفت ہوگا۔ پھر اگر اسکے اس ارادہ مین کوئی شر بھی نہین وہ چاہتا ہے کہ ہماری حکومت بھی اگر بطیب خاطر اسکو جانے دے تو جائے ورنہ اسکا منع کرنا یہ خدا کے روبرو ایک معقول عذر ہوگا۔ ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائینگے۔ یہ گمان کہ تحاصمین انکی بات کسی طرح مان نہین سکتے بالکل غیر مسموع ہے کیونکہ خدا کا حکم فاصلحوا بینھما بالکل فضول ہو جائیگا۔ یا تکلیف ما لا یطاق ہوگی۔ اسکے بعد مولانا مظلہ ارشاد فرماتے ہین۔

"رہا اخبارات کا الزام" معترض کہتا ہے کہ جس بات کو یہ عالم لوگ کہتے ہین کہ مسلمانان ہندوستان سے ہوسکتا تھا اسکو انہون نے خود نہ کیا اُنکا کام صرف مسئلہ بتانا نہین ہے بلکہ اس کا عمل کرنا بھی بہ حیثیت ایک مسلمان کے فرض ہے۔ کوئی پوچھے اس موقع پر جو یہ عالم صاحب خود لکھ آئے ہین کس عالم کا یہ فعل ہے۔ اِلَّا مَنْ شَآءَ رَبُّکَ الزام تو یہ ہے اور سوال اگرچہ مسئلہ ظاہر ہے اُسکی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ علما اپنے مقتضاے علم کے عمل نہین کرتے جیسے کسی واقفکار فرضیت صلوۃ سے جبکہ وہ تارک الصلوۃ ہو کہے کہ کیا نماز فرض نہین ہے۔ تو اسکا مقصد اُسکی ذمہ داری کو یاد دلاتا ہے۔ اسی طرح اس ظاہر مسئلہ کے لیے بھی سوالات ہین مجھے قوی امید ہے کہ مولانا اس اعتراض کا جواب بھی شافی عطا فرمائینگے۔

پھر جو ارشاد عالی ہے۔ "اگر سلف رحمہم اللہ پر بزدلی کا الزام قائم کرنا جائز ہوگا تو علما زمانہ پر یہ الزام صحیح مان لیا جائیگا سلطنت ترکی اور شریف مکہ مین ایک سے زیادہ کئی مرتبہ اختلاف ہوا حرمین کے اندر عربون کی شورش فرو کرنے کے لیے سلطنت ترکی کو فوج کشی کرنی پڑی مگر مجھے اس وقت تک تاریخ سے پتہ نہین چلا کہ علماء ہند نے کیا تدبیر کی تھی کوئی وفد اس معاملہ کو سلجھانے گیا تھا اور یہ وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان مین قوت کے ساتھ اسلامی سلطنت بھی قائم تھی"۔

معترض صاحب عجیب منطق لگاتے ہین فرماتے ہین اگلے علما بھی جو جبن وہن کے مرتکب ہوے اُن پر الزام بزدلی کا قائم ہوا اور اب بھی ایسے علما پر الزام بزدلی کا قائم ہے جو حق کی اعانت نہین کرتے اور دبے بیٹھے ہوئے ہین اور اگلون کے وہ افعال جو خلاف شرع تھے اُن سے استدلال کرنے سے وہ افعال مستحسن نہین ہوجاتے خصوصاً اُن نتایج کا ثمرہ جب کہ پاچکے تو اب اُنکو عبرت سے دیکھنا چاہیے۔ باہمی تعاون و تناصر جب سے جاتا رہا ہر طرف مسلمان ضعیف ہوتے گئے کتنی سلطنتین مٹ گئین کتنی قومین برباد ہوگئین علاوہ برین جب سے رسائل اخبار اتنے

موصول ہونے مین سہولت نہ تھی ایک کو دوسرے کی خبر جب ہوتی تھی جب قضیہ تمام ہوجاتا
تھا۔ مزید برآن وہان شبہہ استیلا وغیرہ نہ تھا اگر کسی شخص نے بشرط امکان فوراً بھیجنے کی تجویز کی
تاکہ واقعات کی تحقیق کرے اور ممکن ہے کہ اس معاملہ کو سلجھائے تو کون سی عجیب بات ہے کہ
اُسکے لیے اگلون کے فعل کی تلاش کی جاتی ہے۔ جنگ روس و روم۔ جنگ یونان و ترکی۔
جنگ طرابلس جنگ بلقان مین جس طرح عام اعانت مالی کیگئی اُسکی نظیر کبھی اگلون مین دکھائی
جا سکتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ سب امور اس زمانہ مین انجام پا سکتے تھے اور اس زمانہ مین اُنکا
انجام دینا متعذر تھا اس وقت مسلمانان ہند اسکے مکلف ہین اور اسوقت مکلف نہ تھے باین ہمہ اگر
یہ امر حکم شریعت ہے تو اگلون کے ترک کرنے سے پچھلون سے ساقط نہین ہوجاتا اور اس
طرح کی دور از کار باتون سے علماء حال پر سے الزام نہین اُٹھ سکتا ہے یہ وہ اعتراضات
ہین جنکا دفعیہ مجھ سے ممکن نہین۔ مولانا مدظلہ خود دفع کر کے ہم لوگون کو تسکین اور مخالفون مین
سکون پیدا کرین اللہ اجر دیگا۔

نصیرالدین۔ لکھنوی

جواب الجواب

مکرمی و معظمی دام الطافکم۔

سلام مسنون کے بعد عرض ہے۔ والانامہ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۱۶ع معہ اُس مضمون کے
جو نصیرالدین طالب علم نے میری تحریر مطبوعہ ۲۲ اگست ۱۹۱۶ع "مشرق" پر لکھا ہے۔ اس
غرض کے لیے پہونچا کہ مین اُن شبہات کا جواب دون جو میرے مضمون پر کیے گئے ہین۔ قبل اسکے

کہ مین ایماے سامی کی تعمیل کرون ۔ مجھے اول تو یہ عرض کرنا ہے کہ خدام دارالعلوم کا مسلک ہمیشہ سے یہ ہے کہ اس قسم کے مباحث سے جنکا نتیجہ کچھ نہین یکسو رہین ۔ وہ جب یہ سمجھ لیتے ہین کہ مستفسر کی غرض استفادہ نہین ہے تو سکوت کو اپنے لیے اور مسلمانون کے لیے اسلم اور انسب سمجھتے ہین ۔ مسائل شرعی کا بتلانا علمار کا فرض ہے لیکن جب ہی کہ سائل کی غرض استفادہ ہو ۔ اور اگر یہ معلوم ہو جاے کہ اسکی غرض تعجیز و تعلیت ۔ انتقاص و توہین یا سو ظنی کا پھیلانا وغیرہ ۔ ایسے امور ہین تو علما پر جواب دینا فرض نہین ہے ۔ سکوت بہتر ہے ۔

خصوصا یہ احقر تو بوجہ علالت طویلہ بالکل ہی معذور ہے ۔ جناب کے سوالات مندرجہ والانامہ مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۱۶ء کے جواب دینے سے بھی مقصر تھا ۔ مگر صرف بدین خیال کہ آپکی غرض تحقیق مسئلہ تھی نہ کہ اغراض مذکورۂ بالا ۔ باوجود اپنی علالت کے اُن کا جواب لکھدیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ مین اپنے ضعف مرض کی وجہ سے اس قابل نہین ہون کہ ان طویل مناقشات کی اُلجھنون مین پڑون ۔

دوسری عرض یہ ہے کہ مین نے جواب والانامہ سامی کے ساتھ ایک عریضہ علیحدہ بھی لکھا تھا جس مین عرض کیا تھا کہ میرے اس مضمون کی اشاعت کچھ ضروری نہین ہے ۔ کیونکہ اصل مطلب کے سمجھنے والے اور کلام کو اصل محل پر اُتارنے والے بہت کم ہین غلط فہمی پھیلانے والے زیادہ ہین ۔ اور یہ بھی عرض کیا تھا کہ آج کل معاملہ برعکس ہو رہا ہے ۔ بجاے اسکے کہ عوام خواص کے اثر سے متاثر ہوتے "عوام کا اثر خواص" پر پڑ رہا ہے حقیقۃ الامر سے کسی کو کچھ بحث نہین ہوتی ۔ سو مضمون میان نصیر الدین کو دیکھکر میرے خیال کی تصدیق ہوگئی ۔ اور میرا دل ہرگز نہین چاہتا کہ مین اس پر قلم اُٹھاؤن ۔ مگر آپکے حکم کی تعمیل کرکے اس قدر عرض ضرور کرتا ہون کہ اگر اس کے بعد بھی کوئی صاحب نکتہ چینی کے لیے قلم اُٹھائینگے تو مجھکو جواب دینے مین معذور سمجھا جائے اس سے زیادہ کیا کہ وہ مجھکو عاجز یا جاہل سمجھ لین ۔ جسکے تسلیم کرنے کے لیے مین خود تیار ہون ۔

میان نصیر الدین نے بہت کچھ زورِ قلم دکھلایا ہے - اور میرے مضمون کے سراہنے کے ساتھ اُسکے ہر پہلو پر نکتہ چینی کی ہے - مین بھی اگر ہر ایک بات کے جواب کی طرف متوجہ ہون تو تحریر بہت طویل ہو جائے گی اس لیے مین صرف اُن کی ضروری و اہم باتون کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا ہون -

مجھے جناب کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ میان نصیر الدین کا یہ مضمون خود مولوی عبد الباری صاحب کا لکھوایا ہوا ہے - ورنہ اُنکے خیالات کا عکس تو ضرور ہے - کیونکہ جس زمانہ مین آپکا والا نامہ مشتمل بر استفسارات آیا تھا - اُسی زمانہ مین مولوی عبد الباری صاحب کا خط اسی مسئلہ کی بابت جناب مہتمم صاحب کے نام پہونچا تھا - مین نے اُسکا جواب بھی مختصر سا لکھکر مولوی صاحب کی خدمت مین بھیجدیا تھا - مولوی صاحب نے اسکے جواب مین پھر ایک خط مجھکو لکھا جسکا جواب بھی مین نے اُسی وقت لکھا تھا - مین اس مراسلت کو شایع کرنا نہین چاہتا تھا لیکن اب آپکے پاس بھیجتا ہون تاکہ آپکو خود اندازہ ہو جاے - علاوہ برین میان نصیر الدین کی تحریر مین انجمن خدام کعبہ کا بھی ذکر ہے اور یہ اُن تحریرات کی طرف اشارہ ہے جو میرے اور مولوی عبد الباری صاحب کے درمیان ہوئین - اور اُس مضمون کی طرف جو مین نے انجمن خدام کعبہ کے متعلق القاسم مین لکھا تھا - یہ سب مراسلتین میرے پاس محفوظ ہین -

میان نصیر الدین صاحب نے گفتہ آید در حدیث دیگران کے پیرایہ مین جو باتین لکھی ہین مین انکو دیکھکر سخت متعجب و حیران ہون - کوئی عالم تو کیا معمولی آدمی بھی ایسے شبہات نہین کر سکتا - مگر مسلمانون کی بدقسمتی کہ ایسے پیچیدہ و نازک مسائل .... اور سطحی خیالات سے اُنکے حل کرنے کی کوششین - مین نے ایک بہت صاف بات لکھی تھی کہ تین امر جداگانہ ہین - ایک حکم شریعت - دوسرا اعتقاد اہل اسلام - تیسری تدبیر وسعی -

اس مین کسی کو کیا کلام ہو سکتا ہے کہ یہ تینون مدارج علیحدہ ہین۔ اعتقاد منجملہ اخبار کے
ہے۔ اور حکم شریعت منجملہ انشاء۔ اور تدبیر وسعی مین مکلف و مخاطب کے حال کا لحاظ کیا گیا ہے۔
اس پر میان نصیر الدین صاحب تحریر فرماتے ہین کہ اعتقاد اہل اسلام و تدبیر وسعی مطابق
حکم شریعت ہے یا خلاف حکم شریعت۔ میری کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ یہ تردد کس بنا پر پیدا ہے۔ اعتقاد
اہل اسلام مخالف حکم شریعت ہرگز نہین ہو سکتا۔ علی ہذا تدبیر وسعی بھی۔ با این ہمہ تفاوت مدارج
بھی موجود ہے۔ دیکھیے ہر مکلف کی اوپر از روے شریعت نماز روزہ حج اور زکوۃ سب فرض ہین
لیکن ہر ایک کو اُسکے حال کے موافق سعی کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک صحیح و تندرست آدمی کو پانی سے وضو کر کے کھڑے ہو کر نماز کا ادا کرنا فرض ہے اور
مریض پر سے فرض وضو ساقط ہو کر تیمم اُسکے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ بجاے قیام و قعود رکوع
و سجود کے بیٹھکر لیٹ کر جس طرح ممکن ہوا ایما سے یا رکوع و سجود سے نماز ادا ہو جاتی ہے۔ پھر
مقیم کا حکم جداگانہ ہے۔ اور مسافر کا جداگانہ۔ مریض کے لیے یہ حکم نہین ہے کہ پانی سے وضو
کرنے کی تدبیر وسعی کرے۔ علی ہذا مسافر کے لیے بھی جبکہ پانی دور ہو اور نماز کے فوت ہو جانیکا
اندیشہ ہو سعی و تدبیر کا یہ تفاوت حکم عام فرضیت نماز کے امتثال مین ظاہر ہے کہ مخاطب اور
مکلف کے حال سے پیدا ہوا ہے۔

اسی طرح نماز جمعہ کے بارہ مین صاف و صریح حکم فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا
البیع کا موجود ہے لیکن اس حکم خداوندی کی امتثال کے لیے سب برابر نہین ہین۔ مریض و
مسافر و اہل قری اس سے مستثنی ہین۔ حکم حج کی فرضیت کے ساتھ من استطاع الیہ سبیلا
کی قید موجود ہے۔ یہی حال اعتقادیات کا ہے۔ تقدیر پر ایمان لانا مسلمانون پر فرض ہے۔
اُنکا اعتقاد ہے کہ خالق خیر و شر صرف خداوند عالم ہے۔ بندہ کچھ نہین کر سکتا جو کچھ ہوتا ہے

اُسی کے حکم سے ہوتا ہے لا تتحرک ذرۃ الا باذنہ لیکن اس اعتقاد کے معتقدین کا حال سب کا یکسان نہین ہے - انکو یہ حکم نہین ہے کہ ہاتھ - پاؤن توڑکر بیٹھ رہین - انکو اسکے سمجھ بوجھ لینے کی اجازت نہین ہے کہ خدا کو منظور ہوگا تو حج نصیب ہوجائیگا سفر کی صعوبتین اُٹھانی روحانی اور جسمانی اذیتین جھیلنے کی کیا ضرورت ہے - باین ہمہ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ کا یہی حکم ہے - یہ سمجھکر کہ پار اُتارنے والا وہی ہے شرعاً اسکی اجازت نہین ہے کہ جہاز نہ ملے یا کرایہ نہ ہو تو دریا مین کود پڑے -

ان امثلہ سے واضح ہے کہ تینون امرون مین تفاوت درجات بھی ہے اور باین ہمہ ان مین مخالفت نہین اس سے زیادہ اس بارہ مین لکھنے کی ضرورت نہین - اگر فہم سلیم ہے تو اتنا لکھنا کافی ہے -

مین نے یہ لکھا تھا کہ علماء ربانین نے اُن ادوار سابقہ مین جنکا ذکر مین اپنی تحریر مین کرچکا ہون وہی کیا ہوا ایک عالم ربانی مجتہد وقت کو کرنا چاہیے - اِس پر میان نصیر الدین علی لسان القائل کہتے ہین کہ امر مسلم ہے کہ ان دورون مین علماء ربانی تھے - اور اُنہون نے ویسا ہی کیا جیسا کہ مولانا نے لکھا ہے مگر یہ دوار علماء سوء یا مجتہد مخطی سے خالی نہ تھے - اُنہون نے وہی کیا جو اُن کی شایان شان تھا الخ - مجھے تعجب ہے کہ میرے کس کلام سے یہ سمجھا گیا کہ اُس زمانہ مین علماء سوء نہ تھے - اور میرا کونسا وہ لفظ ہے کہ جس سے یہ انحصار سمجھا گیا کہ ان ادوار مین علماء ربانی ہی تھے - علماء سوء نہ تھے -

مین نے مثال کے طور پر یحییٰ بن یحییٰ شاگرد رشید امام مالک کو پیش کیا تھا - مین تو انکو علماء ربانی مین سے سمجھتا ہون - میری جرأت نہین ہے کہ انکو علماء سوء مین داخل کرکے طالب دنیا ومداہن فی الدین ٹھہراؤن - کسی کی یہ جرأت ہو اُسکو اختیار ہے - اسکے علاوہ مین

کہتا ہون کہ کیا امام غزالی بھی علماء سوء مین تھے جو نظام الملک کا آوازہ تدین قدردانی علم و اہل علم سن کر دور دراز کا سفر طی کر کے خود اُسکے یہان تشریف لے گئے۔ اور کیا امام الحرمین شیخ الصوفیہ امام ابوالقاسم قشیری اور اُنکی امثال و اقران عباد و زہاد و علماء و فضلا بھی علماء سوء مین تھے جو بے تکلف نظام الملک کے یہان تشریف لیجاتے تھے۔

نظام الملک کون ہین۔ ملک شاہ سلجوقی کے وزیر۔ ملک شاہ انہین سلجوقیون مین سے ہین جنہون نے خلیفہ سے بیٹی مانگی تھی۔

مین پھر مکرر کہتا ہون کہ علماء ربانی نے ہر قرن و ہر دور مین وہی طریقہ اختیار کیا جو دین کے مصالح کے موافق تھا۔ اُنھون نے تدبیر اور سعی کا وہی طریقہ اختیار کیا جسکی از روے شرع اجازت تھی۔ خلیفہ اول اور خلیفہ ثانی مین بیشک اختلاف رائے ہوا۔ اور یہ اختلاف اجتہادی تھا۔ دونون خلیفہ راشد تھے۔ اور جو صحابہ خلیفہ ثانی کے ہمزبان و ہمراے تھے وہ بھی علماء ربانی اور مقبولین مین تھے۔

اس اختلاف کو اس جگہ پیش کرنا بالکل بے محل ہے مین نے کب لکھا ہے کہ علماء ربانی مین اختلاف رائے نہین ہوتا۔ اور اگر آپکے نزدیک ہر ایک ایسی رائے کا اختلاف کرنے والا جسکا حق ہونا بعد مین ثابت ہو جائے علماء سوء مین شمار ہوتا ہے تو ہمت کر کے لکھ ڈالیے کہ خلیفہ ثانی اور اُنکے سب ہمخیال علماء سوء مین تھے اعاذنا اللہ من امثال ہذہ الخیالات والکلمات۔

میان نصیر الدین صاحب امام حسین علیہ السلام کے فعل کو پیش کر کے لکھتے ہین کہ معترض کا یہ بہت بڑا قوی اعتراض ہے۔

مین نہین سمجھتا کہ معترض کا منشا کیا ہے۔ اور وہ کوئی قاعدہ کلیہ اپنے ذہن مین قرار

دیے ہوے ہین یا نہین۔ اگر امام علیہ السلام کا یہ فعل بمقابلہ یزید بن معاویہ و خلفاء بنی امیہ درست اور قابل احتجاج ہے تو اُن کو سمجھ لینا چاہیے کہ شریف اور ترکون کے معاملہ مین کیا فتوی دینگے۔ اور کس بنا پر شریف کو مورد لعن اور نفرین بنائینگے۔ اگر اُنکا یہ مطلب ہے کہ خواہ اُنکے اصول کے موافق ہو یا مخالف میرے کلام پر اعتراض کر دین تو مجھے ایسے فضول مناقشون در احاطہ تحقیق اُن پڑنے کی ضرورت نہین ہے۔ میرا اور آپکا یہ منصب نہین ہے کہ صحابہ کے باہمی اختلاف رائے مین حکم بن کر بیٹھین۔ اور کسی کو محق اور کسی کو مبطل بتائین۔ ان مباحث مین سکوت بہتر ہے آپ اگر اثارہ فتنہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مین فرق سمجھتے تو حضرت عبد اللہ ابن عمر جلیل القدر صحابی تھے۔ وہ کلمۃ حق عند سلطان جائر کو جیسے اور آپسے زیادہ سمجھتے تھے۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر کے اس فعل سے کسی مداہنت کی حجت نہین مل سکتی۔ جب اظہار حق کے مراتب خود ہمکو مشرحاً بتلا دیے گئے ہین۔ تو اس مین خواہ مخواہ دن اُلجھین اور مناقشہ پیدا کرنے کی ضرورت کیا ہے۔

یحیی ابن یحیی کا فعل اگر آپکے کہنے کے موافق اپنے اُستاد کے خلاف ہے تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ یحیی ابن یحیی عالم دنیا تھے۔ یا دین مین وہ مداہنت کو روا رکھتے تھے ہر وقت کی مناسب جدا گانہ حکم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے بعض مواقع مین تغییر بالید کا حکم ہے تو کسی موقع پر انکار باللسان کا۔ اور کہین سکوت اور انکار بالقلب کا۔

اور اگر امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا فعل ہر زمان و ہر مکان ہر موقع اور ہر محل پر بلا لحاظ فرق مراتب حالات و مقامات قابل احتجاج ہے تو آپکو موجودہ حالت مین ہی فتوی دینا پڑیگا جسکو آپ اس وقت مداہنت قرار دے رہے ہین۔

آپ نفس زکیہ کے دعوی خلافت و تقابلہ منصور حق بتا سکتے ہین۔ اور یہ بھی فرماتے ہین

کہ اُنکی بیعت منصور سے پہلے ہو چکی تھی۔

لیکن مجھے اسکے تسلیم کرنے مین تامل ہے کہ نفس زکیہ کی بیعت منصور سے قبل منعقد ہو چکی تھی نفس زکیہ کا نام محمد بن عبداللہ ابن حسن ابن علی بن ابی طالب ہے۔

منصور سنہ ۱۳۶ھ مین خلیفہ ہوے۔ اول تو زمانہ ابو العباس سفاح مین اُنکی ولیعہدی تسلیم ہو چکی تھی اور پھر وفات سفاح کے بعد بیعت عامہ سے اُنکی خلافت تسلیم ہو گئی۔ اُسکی تقریباً دس سال بعد ہی سنہ ۱۴۵ھ مین نفس زکیہ نے مدینہ مین دعوی خلافت کرکے بمقابلہ منصور کھڑے ہوے۔

پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ اُنکی بیعت منصور سے قبل ہو چکی تھی۔ اگر یہ مراد ہے کہ مخفی طور پر لوگ اُن سے بیعت کرتے تھے تو یہ بیعت عامہ نہین ہے اور پھر نفس زکیہ کا دعوۂ خلافت حق تھا (اور منصور کی خلافت ناجائز باوجودیکہ وہ خاندان خلافت سے تھی۔ اور قبل خلافت اُنکے حالات بتلاتے ہین کہ وہ متقی و متدین علمار ربانی مین سے تھے اور باوجودیکہ حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ نفس زکیہ کے جد مجد علی بن عبداللہ ابن عباس کو ابوالخلفار فرما کر خاندان عباسیہ مین استقرار خلافت کی بشارت دے چکے تھے ناجائز تھی) تو پھر شریف مکہ کے فعل پر آپکو گرفت کا کیا حق رہا۔ اور کیون ایک سید مسلم النسب پر طعن و تشنیع کے کرنے کے جرم کا ارتکاب کیا گیا۔

جمعیتہ خدام کعبہ کو اس موقعہ پر پیش کرنا بالکل بے محل ہے۔ مقاصد کا استحسان دوسری بات ہے اور اُن مقاصد کے اجرار پر قدرت اور سامان کا فراہم ہونا دوسرا امر ہے۔ کون مسلمان ہے جو یہ نہ کہیگا کہ خانہ کعبہ کی حفاظت ضروری ہے لیکن گفتگو جو کچھ تھی اس امر مین تھی کہ جمعیتہ خدام کعبہ کے ارکان ان مقاصد مین از روے عمل کامیابی حاصل کر سکتے ہین یا نہین۔ مولانا عبدالباری صاحب جب دیوبند تشریف لائے تھے۔ اور ہمارے سامنے جمعیتہ خدام کعبہ کے مقاصد اور قوانین اور ضوابط و طریق عمل کو پیش کیا تھا۔ اُس وقت بھی ہم نے اُن امور کو تفصیلی طور پر عرض کر دیا تھا

جو ہمارے نزدیک جمعیتہ کی کامیابی مین سدّراہ تھے - اور مولانا نے اُنکو تسلیم کر لیا تھا - اور اگر تسلیم بھی نہ کرتے تو نتیجہ خود بتلا رہا ہے کہ وہ سب باتین قابل تسلیم تھین - میرے کلام سے کسی معترض کو شریعت کے بارہ مین نفرین و تبرا کے لیے حجت پکڑنا ہرگز درست نہین ہے مسلمانون مین ایسے اختلافات پہلے بھی ہوے ہین - اور خود صحابہ کے قرن مین بھی ہوے ہین - لیکن لعنت تبرا کی شریعت نے اجازت نہین دی - اختلاف رائے و غلطی اجتہاد سے کوئی قرن خالی نہین ہے - اگر مسلمانون نے اپنی مودبانہ عرضداشتین گورنمنٹ کی خدمت مین پیش کی ہین تو بہت اچھا کیا - اُن کو ہر ایک اپنی ضرورت کے وقت ایسا کرنا چاہیے - اور بار بار کرنا چاہیے - خواہ کسی حاجت مذہب کے متعلق ہو یا معاشرت و تمدن کے - لیکن کوئی ایسا طریقہ ہرگز اختیار نہ کرنا چاہیے جس سے کسی کو نفع نہ پہونچے - اور اُسکی وجہ سے مسلمان مبتلائے مصائب و تکالیف ہو جائین اور اگر ایسا طریقہ اختیار کر لیا گیا ہے جسکی شرعاً و قانوناً اجازت نہین ہے تو آیندہ اس سے حفاظت رکھنی چاہیے - گورنمنٹ اپنی رعایا کی آواز سنتی ہے اور ہر ممکن ذریعہ سے اُنکی ہمدردی کے لیے تیار رہتی ہے پھر بے سود شور و غل سے کیا حاصل ہے -

معترض صاحب نے میرے کلام پر اعتراض کرتے ہوے جو کلام الٰہی کے اس حکم کو پیش کیا ہے کہ دو گروہ مسلمانون مین لڑائی ہو تو باہم مصالحت کرا دو الخ - مجھے اس سے انکار ہے - کہ اگر آپکے یا کسی کے بس مین مصالحت کرا دینا ہے کرا دے مین نے تو یہ کہا ہے کہ مسلمانون کے بس مین کیا ہے اور وہ کونسی طاقت ہے جس سے ترکون یا شریف کا ساتھ دیکر ایک کے حق مین فیصلہ کر سکتے ہین - اگر زبان سے اس مضمون کا ادا کر دینا کافی ہے - اور اسی کو ادائے فرض سمجھتے ہین تو یہ اُنکے فہم کی بات ہے - میری سمجھ سے بالاتر ہے - مین نے تو خود مولوی عبدالباری صاحب کو اُنکے خط کے جواب مین یہی لکھا تھا کہ وفد اگر جائے تو اُسکے لیے اول گورنمنٹ عالیہ سے

اجازت لینا ضروری ہے۔ گورنمنٹ اگر اجازت دے تو جاسکتا ہے لیکن مجھے اس وقت
تک ثابت نہین ہوا کہ جو لوگ جوش مین آکر وفد بھیجنے یا خود تشریف لیجانیکا قصد رکھتے ہین انہون
نے گورنمنٹ کی خدمت مین ایسی درخواست پیش کرکے کوئی ایسا حکم حاصل کیا ہو جس سے عند اللہ
معذور ہو جائین محض زبانی دعوی ہین جو حد استطاعت سے خارج ہین۔

ایک وہ فرائض ہین جو ہر فرد کے ذمہ ہین۔ اور ایک خاص فرائض ہین جو اشخاص کی
خصوصیات سے اُن پر عائد ہوتے ہین۔ علما کے خاص فرائض ہین بیان مسئلہ و افتا وہے عام
فرائض ہین وہ اور دوسرے مسلمان شریک ہین۔ اس مین علما کی تخصیص نہین اور اُنپر تنہا بزدلی
کا الزام ناانصافی ہے۔

مجھ سے صرف سوال کیا گیا تھا کہ گذشتہ زمانون مین جب ایسے واقعات پیش آئے تو
علماء ہند یا مسلمانان ہند نے کیا کیا تھا۔ اُسکا جواب مین نے اپنے معلومات کی بنا پر لکھا
تھا۔ مین نے اُن کی علدرآمد پر جواز و عدم جواز کا فتوی نہین دیا۔ اور نہ مین اب اسکی تحقیق کرسکتا
ہون۔ کہ اُس وقت کے حالات کیا تھے۔ اور کیون اسلامی سلطنتون نے اُس مین یکسوئی رکھی
تھی۔ ہان یہ جرأت مین اب بھی نہین کرسکتا کہ ہندوستان کا یہ وسیع خطہ گذشتہ دس گیارہ صدیون
مین علماء ربانی سے خالی تھا اور سب کے سب علماء مداہن۔ طالب دنیا اور بزدل تھے۔ آپ یا
کوئی اُسکی جرأت کرین تو کرین۔

آخر مین یہ بھی عرض کرتا ہون کہ مصالح اسلام و مسلمین اور اقتضاء حالات کا لحاظ خود حکم شریعت ہے۔ اور
اسی بنا پر محض مسلمانون کی بہتری کے لیے مولانا عبدالباری صاحب نے معاملہ مسجد کانپور مین فیصلہ کرایا تھا
تو کیا معترض صاحب اُن پر بھی مداہنت کا فتوی دینگے اور انکو بھی علماء سوء مین شمار کرینگے۔

اس سے زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہین ہے۔

خط مولانا محمد عبد الباری صاحب فرنگی محلی

مکرم و محترم دامت معالیہ۔

بعد سلام سنت خیر الانام علیہ الصلوۃ والسلام گذارش ہے کہ آپ حضرات کے مدارج عالیہ و مراتب رفیعہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی مشورہ فقیر عاجز کی معمولی بات نہوگی بلکہ اپنی حیثیت کے اعتبار سے استرشاداً کچھ عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ ذوات عالیات علماء کبار کو امور سیاسیہ سے کوئی تعلق نہیں نہ اُنکے شایان شان ہے مگر اُنکے فرائض سے حل عقود مذہبی ہے معاملات شرعیہ میں بدون آپ حضرات کو متوجہ کیے ہوئے راہ ہدایت کا حاصل کرنا خالی از دشواری نہیں ہے بنظر آں وہ امور جو خالص مذہبی ہیں انہیں آپ حضرات سے رجوع کیجاتی ہے بامید ہدایت و جواب شافی جناب کو کسی شئی کا خوف خدا کے خوف سے ضروری ہے کم ہوگا انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ اس وقت جو حالت تبدل ہوئی ہے غالباً سامعہ شریفہ تک اسکے اخبار پہونچے ہونگے۔ اس سے مسئلہ خلافت تو کوئی ایسا امر نہیں جو طے کیا جائے نہ وہ متفق علیہ نہ مقطوع ہے۔ قابل لحاظ یہ امر ہے کہ شریف مکہ حفظہ اللہ عن الآفات کے ادعاء خود مختاری کے وجود پر نظر رکھنے اور واقعات معتبرہ کو غور کرنے سے اندیشہ کامل ہے کہ مقامات مقدسہ عموماً اور مکہ مکرمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً خصوصاً زیر سیطرہ غیر مسلم و استیلاء نصاری ہو جاتا ہے آیا یہ شرع اسلام کی رو سے جائز و روا ہے یا نہیں اس میں حضرت کے صاف ارشاد معلوم ہونے کی ضرورت ہے تاکہ اس پر یہ فقیر کاربند ہو اور اپنے زیر اثر مسلمانوں کو اس پر چلائے۔ اسکی تحقیق کے لیے کہ اس وقت یہ اندیشہ ہے ایک خط ارسال کرنا چاہتا ہے تاکہ غلطی واقع نہ ہو اور صحیح رائے قائم ہو سکے۔ اس قدر میں خواہش ہے کہ مشورہ حضرات علماء کا

بھی حاصل کیا جائے اس لیے جناب والا سے امید ہے کہ رائے گرامی سے مطلع فرمائینگے۔

جب یہ امر متیقن ہوجاے یا غلبۂ ظن حاصل ہوجاے کہ کفار کا استیلا متوقع ہے تو آیا اہل اسلام کو اپنے امکان وسعت کے اندر اسکے دفع کی کوشش کرنا لازم ہے یا نہین اس مین حکم شرع مفصل دریافت طلب ہے اور اُنکے بارہ مین بھی ارشاد ہو جو باوجود دفع استیلاء کے سکوت کرین یا اعداء اسلام کی اعانت کرین۔

اور اگر وفد سے معلوم ہوجاے کہ یہ شبہہ بے بنیاد ہے کہ ضمن خودمختاری مین شریف مکہ کی استیلاء کفار مقامات محترمہ پر ہوگا تو ایسی حالت مین دریافت طلب امر ہے کہ جناب موجودہ اہل اسلام کے دفع انتشار کا کون سا طریقہ بہتر تصور فرماتے ہین کہ بے قصور اقوام ہدف ملامت ناواقفون کے نہون امید ہے کہ اس تحریر کا مفصل جواب ارشاد ہوگا مین نے حتی الامکان ہر امر مین علماء کرام سے مشورہ لیا ہے اور کاربند رہا ہون اسی طریقہ پر اس وقت بھی گذارش ہے باقی خدا کی توفیق ہونا چاہیے۔

انا المنذر العریان

روحی فداکم فقیر محمد عبد الباری عفا عنہ اللہ

جواب خط

مکرمی معظمی دامت برکاتکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ والا نامہ بنام حضرت مہتمم صاحب دار العلوم صادر ہوا۔ یہ زمانہ دار العلوم کی تعطیل کا ہے مدرسین دار العلوم اپنے مقام و موطن کو گئے ہوے ہین اور خود حضرت مہتمم صاحب بھی اتفاق سے تشریف فرماے دیوبند نہین ہین اور رمضان المبارک مین واپسی کی توقع ہے ایسی حالت مین

کہ مخاطب الانامہ بھی یہاں موجود نہیں ہیں۔ مدرسین دار العلوم جو عموم جماعۃ علماء میں داخل ہو کر مخاطب الانامہ ہوتے ہیں وہ بھی نہیں ہیں میرا حق نہیں تھا کہ ایسے مہتم بالشان امر میں قلم اٹھاتا خصوصاً ایسی حالت میں کہ میں اپنی علالت طویلہ کی وجہ سے اس قابل بھی نہیں ہوں کہ کسی ذمہ داری شرعی کے معاملہ میں کچھ لکھوں۔ مگر یہ میں خیال کہ جناب والا ایک شرعی معاملہ میں مشورہ طلب کرتے ہیں بالکل سکوت بے موقع ہے صرف اپنا ذاتی خیال عرض کرنے کے لیے دخل در معقولات دیتا ہوں امید کہ جناب اسکو میرا ذاتی خیال تصور فرمائینگے نہ کہ جماعت علماء کا یا حضرت مہتم صاحب دار العلوم کا۔

یہ کھلا ہوا مسئلہ ہے کہ حرمین شریفین کا سیطرۃ و سلطنۃ غیر اسلام میں آنا موجب تشویش اہل اسلام ہے اور یہ اس سے بھی زیادہ موجب توحش اور داخل حرمت ہے کہ حرمین شریفین بالخصوص حد حرم محترم مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً میں نائرہ جدال و قتال مشتعل ہو ایسی حالت میں مسلمانوں کا پریشان ہونا حق بجانب ہے لیکن گفتگو صرف اس میں ہے کہ دفع توحش اور پریشانی یا حفظ حرمین شریفین کی تدبیر کیا ہے۔ یہ امر مہتم بالشان ہے اور اس میں کوئی ایسی بات جو موجب طمانیت ہو کہنا دشوار ہے۔ جناب کا خیال جو وفد بھیجنے کا ہے اگرچہ ایک بڑا خیال ہے لیکن اسکے مثمر ہونے میں مجھے بہت تامل ہے۔

اول تو یہ امر قابل لحاظ ہے کہ وفد بلا اجازت گورنمنٹ برطانیہ کیونکر جا سکتا ہے۔ اور اگر یہ مثمر بھی ہو تو جملہ مسلمانان ہند کو گورنمنٹ سے اسکی درخواست کرنا چاہیے کہ وفد کو اجازت دیجائے اسکے بعد یہ مرحلہ ہے کہ وفد وہاں جاکر کیا کریگا۔ تجربہ شاہد ہے کہ فتنہ و انقلاب کے وقت کسی مصلح کی شنوائی نہیں ہوتی وفد اگر جائے تو یہی کر سکتا ہے کہ شریف کو سمجھائے یا ترکی سلطنت کی طرف سے کوئی زیادتی ہے تو اسکو باز رکھنے کی کوشش کرے۔

یہ دونون امر ایسے اختلاف وفتنہ کے وقت میرے خیال مین ناممکن ہین۔ یہ مزید بران ہے کہ وفد وہان جاکر کس نظر سے دیکھا جائیگا۔ طرفین وفد کو اگر مخدوش نظر سے دیکھین تو وفد کی سلامتی کا کون ذمہ دار ہے۔ ان مراحل پر جناب خود نظر فرمالین۔ جناب نے بڑے کام کا خیال ظاہر فرمایا ہے خداوند عالم اس مین برکت عطا فرمائے لیکن عمل سے پہلے اسکے تمام جوانب پر غور کر لینا ضروری ہے۔ فقط والسلام

احقر

حبیب الرحمن عفی عنہ،

از دیوبند۔ ۸ رمضان ۱۳۴۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً

مولانا معظم۔ السلام علیکم۔ نامہ گرامی نے مستفیض کیا۔ جواباً گذارش ہے کہ مقصد ارسال وفد فقیر نے تصدیق خبر تحریر کیا ہے کیونکہ اخبار کفار پر اعتبار اور پھر سید مسلم النسب سے تبرا و نفرت شان خرم و حتیاط نہیں ہے بلکہ آیہ یا ایہا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق الخ کے ارشاد کے خلاف ہے۔ مزید بران جو نفع وفد ہو وہ امر آخر ہے مگر جس دشواری کی جانب توجہ دلائی گئی ہے کہ عین اختلاف و فتنہ کے وقت اصلاح ذات البین ناممکن ہے اسکے متعلق فقیر جناب کو آیہ کریمہ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا الآیہ کی بنا پر اطمینان دلاتا ہے کہ یہ ناممکن نہین۔ ورنہ فاصلحوا بینہما امر بالمحال ہوگا۔ واو فرضنا تو لعجوای انما الاعمال بالنیات ہمکو اجر سے محرومی نہین اور اگر

ممانعت کی گئی تو ہمکو نیۃ المؤمن خیر من عملہ پر اجر کی توقع ہے

جناب کی دعا کافی ہے - حجاج مسافروں کے جہاز میں روانہ ہونے لگے ہیں - اگر فقیر کو صراحتاً ممانعت نہو گی تو خود عزم رکھتا ہے ورنہ بے فکر جانے والے جائینگے

احرام حریم او نہ بندد   جز دردکشان لا اُبالی

جناب کے مشورہ کا شکریہ - جزاکم اللہ خیر الجزاء فقط والسلام

فقیر محمد عبد الباری عفا اللہ عنہٗ

جواب خط

مکرمنا دام مجدکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ - والا نامہ بجواب عریضۂ احقر صادر ہوا والا نامہ سابق کو دیکھکر ہی میرا خیال ہو گیا تھا کہ جناب کو بحمد اللہ نہ مشورہ کی حاجت ہے اور نہ مقصود استفادہ رائے ہے کیونکہ نذر اور منیشیر سے درجات فرائض میں بون بعید ہے - ادھر مجھے اپنی اصابت رائے کا بھی اندازہ تھا مگر پیرایہ چونکہ ظاہرا استشارہ تھا - اس لیے بہ حیثیت مستشار ہونے کے اپنا خیال عرض کر دیا تھا نہ اس توقع پر کہ یہ معروض قابل قبول و استحسان ہے - بلکہ محض تعمیلاً للحکم اظہار رائے تھا - اسی بنا پر اب ضروری نہ تھا کہ میں گرامی نامہ کے جواب میں کچھ عرض کرتا - کیونکہ پیرایہ ظاہری استشارہ کی حد بھی ختم ہو چکی -

دو وقت ہی میں پڑنا نہ میرے لیے مناسب اور نہ اسکو پسند کرتا ہوں مگر صرف بدین خیال کہ میرے عریضۂ سابق میں غلط فہمی کا اندیشہ پیدا ہو گیا بلا کسی قسم کے اصرار اور توقع تسلیم و استحسان مختصراً عرض

کرنے کو مناسب سمجھتا ہوں۔ تصحیح خبر جسکو جناب نے اول مقصد قرار دیا۔ فی حد ذاتہ مقصود نہ تھی ضرور تھا کہ تصحیح خبر پر کوئی اصل مقصود مرتب ہوتا۔ اس لیے مین نے بلا تکلف اصل مقصود کے متعلق اپنے خیال کو ظاہر کر دیا تھا۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ خبر کی صحت و عدم صحت سے بحث کسی غرض کے لیے ہوتی ہے۔ با این ہمہ اگر نفس تصحیح خبر ہی مقصود ہو تو تب بھی میرا یہ عرض کرنا کہ وفد کی حفاظت کا کون فی مداد ہے بے محل نہ تھا۔ پھر طرفہ یہ ہے کہ در صورت صحت خبر جس امر کی اجازت شرع سے بہ مشکل نکلتی یعنی لعن مسلم سیدلم النسب یا تبرا و نفرت بہت سے مواقع مین اُس پر عمل کر لیا گیا۔ اب اگر وفد کی تفتیش سے خبر غلط نکلی تو اسکا تدارک کیونکر ہوگا۔

فاسق یا کافر کی خبر پر بلا تبین اعتماد درست نہین ہے مگر کیا یہ اسی معاملہ موجودہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ یا ہر ایسی خبر مین جو ایسے وسائط سے پہونچے ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اگر ہر معاملہ مین بالخصوص اُن معاملات مین جنکا تعلق مذہب یا عامۂ مسلمین سے ہے ایسا ہی ہونا چاہیے تو مجھے معلوم نہین کہ اس قسم کی اہم اخبار کی تصحیح کے لیے کون کون سے وفد گئے ہین۔ اور پھر کیا یہ ممکن نہین کہ جب تجارتی جہازون پر مسلمان بھی وہان آمد و شد کر سکتے ہین۔ اور اسی طریقہ سے حاجی بھی جا سکتے ہین۔ اور کچھ عجیب نہین ہے کہ گذشتہ سال کی طرح امسال بھی کوئی جہاز حجاج کا جاتا تو اُنکے ذریعہ سے اس خبر کی تصدیق و تکذیب ہو سکتی تھی اور کیا اُن مین کوئی ایک مسلمان بھی ایسا نہ نکلتا جسکے اخبار پر اعتماد کیا جاتا۔ اور اگر وفد کا مفہوم ایسا عام ہے کہ عرب کا کوئی جانیوالا خواہ منفرد ہو یا چند افراد کسی غرض سے ہو تجارت کے لیے یا حج کے لیے اس مین داخل ہے تو پھر میرے خیال مین نہین آیا کہ اس مسئلہ ارسال وفد کو اتنا مہتم بالشان کیون بنایا گیا جس کے لیے علماء سے استشارہ یا استظہار عمائد کی ضرورت پڑی۔

مین نے یہ عرض نہین کیا تھا کہ فتنہ و اختلاف کے وقت صلح عقلاً ناممکن یا محال ہے

مین نے اکثر یہ طور پر جو صورت پیش آئی ہے اُسکو عرض کیا تھا جس سے آپ بھی انکار نہین کر سکتے
جمل وصفین کے وقت کیسے کیسے مصلح موجود تھے اور کیسی کیسی کوششین ہوئین مگر کیا وہ
رائگان نہین گئین۔ آیۃ شریفہ کا حاصل یہ ہے کہ اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔ مگر استطاعۃ ہر
حکم کے لیے شرط ہے اور مشکلات حائل یا عدم تفرع نیتجہ کا اس مین انکار نہین ہے بلکہ دوسرے جملہ فان
بغت آہ مین خود اسی عدم تفرع نیتجہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور شاید کچھ غور وخوض کیا جائے تو یہ بھی
معلوم ہو جائے کہ اصل مقصود ارشاد خداوند عالم اس جگہ یہی ہے کہ جو دوسری آیۃ مین بیان فرمایا ہے
اور یہ حکم ثانی جو متفرع ہے عدم اصلاح پر ایسا ہے کہ جس پر عمل کرنے کا کوئی ذریعہ جناب کے پاس
بھی معلوم نہین ہوتا۔

بجاے وفد کے اگر آپ تنہا عزم فرمائین جیسا کہ اس خط سے معلوم ہوتا ہے تو یہ دوسری
شکل ہے اور اسکا نام وفد رکھنا نئی اصطلاح ہے۔

وفد کی شان اور اُسکی شان مین فرق ہے اور نتائج وثمرات مین بھی۔

اس مین کیا شک ہے کہ مدار تمام اعمال کا نیت پر ہے اور یہی وہ عقدۃ کشود ہے جس کو
سلامتی کے ساتھ طے کرنا سہل نہین ہے۔ نیت مین اخلاص نہو تو اعمال صالحہ بھی حبط ہین لیکن اس
مین کسی کو گفتگو زیبا نہین اپنے ہی نفس کو متہم سمجھنا احود وانسب ہے دوسرون کے سرائر وضمائر سے
بحث کرنا یا اُسکا تجسس کرنا یا اُس پر کوئی حکم لگانا بالکل نازیبا۔ ناجائز اور حرام ہے۔

خداوند عالم اپنے فضل سے صراط مستقیم پر قائم رکھے اور اُن مہادی دہالک سے جو ہر ہر
قدم پر پیش آتے ہین نجات عطا فرمائے۔ واللہ الہادی۔

اِس سے زیادہ عرض کرنے کی جرأت نہین کر سکتا فقط والسلام

احقر حبیب الرحمن۔ دیوبندی۔

جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی دیوبندی کا صحیفہ گرامی

بنام حکیم بریہم اڈیٹر مشرق
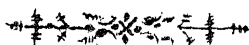
مکرمی دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ والانامہ کئی روز ہوئے صادر ہوا تھا۔ اس درمیان مین میرا دیوبند قیام کم ہوا اس وجہ سے جواب مین تاخیر ہوئی۔ حالات موجودہ مین کسی امر پر قلم اُٹھانا نہایت مشکل ہو رہا ہے۔ ایک عام خیال ہے جسکے سامنے نفس حق مسئلہ کی شنوائی نہین ہے۔ شریعت نے ہمکو طریقہ معتدل کی تعلیم دی ہے۔ اُس مین کسی جانب کی رعایت نہین ہے۔ مگر آج کل سخت دشواری ہے اِس لیے کچھ لکھنا دشوار ہے۔ تاہم مختصراً عرض ہے۔

(۱) خلیفہ کا قائم کرنا مسلمانون پر فرض ہے۔ ترک فرض کا جو حکم ہے وہی یہان بھی عائد ہوتا ہے خلیفہ کے لیے علاوہ اسلام۔ ذکوریت۔ حریت کے اور بھی شرائط ہین جو سب کے سب مساوی درجہ کے نہین ہین اسکو کسی قدر اجمال کے ساتھ اُس تحریر مین بھی لکھا گیا تھا جو جناب کے اخبار "مشرق" کے اندر اگست ۱۹۱۶ء مین طبع ہوئی ہے۔ اب حال مین ایک جگہ تحریر مطبوعہ مین ظاہر کیا ہے۔ اس تحریر کی ایک کاپی ارسال خدمت ہے اُس سے نفس مسئلہ واضح ہو جائیگا۔

(۲) یہ حدیث صحیح ہے اور مطلب اُسکا یہ ہے کہ خلافت راشدہ مستقل تیس برس تک رہیگی۔ بعد تیس برس کے سوا چند خلافتون کے خلافت غیر راشدہ ملک و سلطنت ہو گی لیکن

خلفاء غیر راشد کے احکام کی تعمیل جو حد شرع مین ہون ضروری ہے یہان تک کہ امر مباح کے فعل یا ترک کا حکم دین تو اسکا فعل یا ترک یا واجب ہو جاتا ہے ۔

(۳) فسق وغیرہ معاصی سے خلیفہ مستحق عزل ہو جاتا ہے ۔ مگر بلا عزل معزول نہین ہوتا ۔ اور ایسے خلفاء خلیفہ راشد نہین ہین ۔ خلفاء بنی امیہ بنی عباس باوجود قریشی ہونے کے اُن مین بھی بہت سے ایسے ہوئے ہین ۔

(۴) مولانا رشید احمد صاحب کے ایسے فتوی کا مجھے علم نہین نہ مین نے دیکھا غالبًا غلط شہرت ہو گئی ہے

(۶-۷-۸) میرے خیال مین اس وقت تک بحالت موجودہ کسی عالم نے جہاد بالسیف یا ہجرۃ کی فرضیت کا فتوی نہین دیا ۔ اور مولانا عبد الباری صاحب بھی بوجہ بعض شرائط کے مفقود ہونے کے فتوی نہین دیسکے ۔ ہجرۃ کے متعلق بھی انہون نے فتوی نہین دیا ۔ بلکہ ایک قسم کا مشورہ ہے ۔

(۹) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معرکے مدافعانہ بھی تھے مثل غزوہ خندق اور جارحانہ بھی مثل فتح مکہ ۔ و غزوہ طائف و خیبر وغیرہ ۔

اظہار حق علماء کا فرض ہے لیکن جبکہ لوگ واقف نہون اور طلب حق مقصود ہو ۔ ورنہ اس صورت مین کہ اپنے خیال کے خلاف کوئی کسی کی سننا گوارا نہین کرتا علماء کو بھی اپنا متبع بنانا چاہتے ہین سکوت ہی بہتر ہے ۔ مسائل حاضرہ ایسے نہین ہین کہ مسلمان اُن سے ناواقف ہون ۔ لوگ اپنی رائے سے ایک امر متعین کر کے علماء کو اپنی رائے کا تابع بنانا چاہتے ہین ۔ ایسے وقت خاموشی ہی مین سلامتی ہے اور ایت شحا مطاعا وھوی متبعا واعجاب کل ذی رای برائہ فعلیك بخاصة نفسك ۔

علماء صوبہ متحدہ کی سب تجاویز پر جہان تک ہم نے غور کیا بر بناء فتوی شریعت نہین ہین انکا مبنی ناراضی طریقہ گورنمنٹ سے ہے ۔ ہمارے ذمہ ہر امر مین ایسی تجاویز کا اتباع ضروری نہین ہے

اور نہ علماء دیوبند بلا سوچے سمجھے ہر امر میں تقلید کر سکتے ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ اس قدر مختصر تحریر جناب جیسے ذی فہم و تجربہ کار کے لیے کافی ہے۔

احقر

حبیب الرحمن عفی عنہ - از دیوبند

۲۳ شعبان ۱۳۳۸ھ

مسئلہ خلافہ پر علامہ شبلی نعمانی مرحوم کا مضمون

منجملہ اُن الفاظ کے جو مسلمانوں میں مذہبی حیثیت سے مستعمل ہیں ایک یہ لفظ بھی ہے لیکن چونکہ یہ لفظ پالیٹکس سے بھی تعلق رکھتا تھا اور پولٹیکل اغراض نے اکثر اسکے مفہوم اور حقیقت کو بدل کر تعبیر کرنا چاہا اس لیے بعض اوقات عوام میں اسکے متعلق غلط فہمیاں پھیل گئیں اور کم سے کم یہ کہ اسکے معنی میں ابہام اور اشتباہ آگیا۔ سال دو سال سے زیادہ نہیں گزرے کہ اردو اخبارات میں یہ بحث ایک اتفاقی واقعہ کی وجہ سے چھڑ گئی تھی اور اس نے کسی حد تک طول بھی پکڑ لیا تھا۔ لیکن پھر بعض اسباب سے رُک گئی۔ اس زمانہ میں سرسید مرحوم نے ایک نہایت دلچسپ آرٹیکل لکھا تھا۔ جو علی گڈھ گزٹ میں شایع ہوا تھا میں نے بھی ایک ضمنی موقع پر اپنے سفرنامہ میں اس بحث کی طرف اشارہ کیا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس بات کی ضرورت ہے کہ یہ مسئلہ نہایت تحقیق کے ساتھ بالکل صاف کر دیا جائے۔

اس مسئلہ پر دو حیثیتوں سے بحث ہو سکتی ہے (۱) مذہب کی رو سے منصب خلافت کی کیا حقیقت ہے۔ (۲) شروع اسلام سے آج تک یہ لفظ کس معنی میں اور کن لوگوں کے لیے استعمال کیا گیا

خلافت یا امامت مرادف الفاظ ہین اور یہ الفاظ احادیث اور عقائد کی کتابون مین ایک ہی معنی مین استعمال کیے جاتے ہین - خلافت یا امامت کی جو تعریف عقائد کی کتابون مین کی گئی ہے وہ یہ ہے "مسلمانون پر ایک عام تصرف کا اختیار جسکی اطاعت تمام مسلمانون پر ضروری ہو" شرح مواقف مین خلافت کی تعریف ان الفاظ سے کی گئی ہے "آنحضرت کی قائم مقامی دین کے قائم رکھنے اور قوم کی حفاظت کرنے مین" شرح مقاصد مین یہ الفاظ ہین "دین و دنیا کی افسری بہ حیثیت قائم مقامی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"۔

اس منصب کے حاصل ہونے کے لیے اسلام کے تمام فرقون کے نزدیک جو شرطین ہین اُن مین سے ایک بڑی مقدم شرط یہ ہے کہ وہ شخص قریش کے خاندان سے ہو - اس شرط سے مسلمانون کے فقط ایک گروہ نے یعنی معتزلہ نے انکار کیا ہے لیکن یہ گروہ کئی سو برس سے دنیا سے بالکل معدوم ہو گیا ہے اس لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ آج تمام دنیا کے مسلمانون کے مسلمانون کے مذہبی عقائد کے مطابق صرف وہ شخص خلیفہ یا امام ہو سکتا ہے جو قریش کے خاندان سے ہو جس بنا پر خلافت کے لیے یہ شرط ضروری سمجھی گئی ہے وہ حدیثین ہین جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف پیرایون مین نہایت کثرت کے ساتھ منقول ہین چنانچہ ہم اُن کو اس موقع پر تفصیل کے ساتھ نقل کرتے ہین۔

۱- الائمة من قریش	امام قریش مین سے ہونگے	مسند امام احمد ابن حنبل	
۲- الملک فی قریش	حکومت قریش مین رہیگی	ترمذی	صحیح
۳- الخلافة فی قریش	خلافت قریش مین ہوگی	مسند امام احمد بن حنبل	اسکے راوی سب ثقہ ہین
۴- یکون اثنا عشر امیرا کلهم من قریش	بارہ امیر ہونگے جو سب کے سب قریش سے ہونگے	صحیح البخاری	صحیح

۵ - الخلافہ بعدی ثلاثون سنۃ ثم یکون ملکا	خلافت تیس برس ہیگی پھر اُسکے بعد سلطنت ہوجاویگی	ابوداؤد - نسائی ترمذی - ابن ماجہ	ابن حبان نے بھی سکو صحیح کہا ہے
۶ - لا یزال امر الناس ماضیا ما دلاہم اثنا عشر رجلا کلہم من قریش	لوگون کا کام اُس وقت تک ٹھیک رہیگا جبتک بارہ شخص حکمران رہینگے جو سب کے سب قریش سے ہونگے		

نمبرا - دیکھو عینی شرح بخاری جلد ۱۱ صفحہ ۳۴

ان احادیث مین سے بعض کا تو صریح مطلب ہے کہ "خلافت قریش کا حق ہے" اور بعض مین بظاہر پیشین گوئی کے طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ خلافت ہمیشہ قریش مین رہیگی لیکن چونکہ کئی سو برس ہوچکے کہ تمام دنیا مین کوئی حکمران قریش کے خاندان سے نہین ہے اس لیے اُن احادیث کا یہ مطلب قرار دیا گیا ہے کہ خلافت کا حق درحقیقت صرف قریش کو ہے - اور اور خاندان کے لوگ جو حکمران ہین وہ بادشاہ ہین مگر خلیفہ نہین لیکن جس حدیث مین یہ مذکور ہے کہ "خلافت صرف تیس برس تک رہیگی پھر سلطنت ہوجاویگی" اُس سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ تیس برس کے بعد جو فرمانروا ہوے وہ باوجود قریشی ہونے کے خلیفہ نہ تھے بلکہ بادشاہ تھے -

بہرحال تمام روایات کا قدر مشترک یہ ہے کہ خلافت کے لیے قریشی ہونا ضروری ہے اور جو شخص قریش کے خاندان سے نہ ہو وہ کسی طرح تمام مسلمانون کے اعتقاد کے مطابق خلیفہ نہین ہوسکتا -

مسلمانون نے کبھی اور کسی زمانہ مین اس شخص کو خلیفہ نہین مانا جو قریش کے خاندان سے نہو - سب سے اول جس موقع پر یہ مسئلہ زیر بحث آیا وہ آنحضرت کی وفات کا دن تھا - عین آپکی وفات کے دن انصار نے یعنی جو لوگ مدینہ کے رہنے والے تھے یہ دعوی کیا کہ خلافت ہمارا حق ہے لیکن جب مہاجرین نے اُنکے مقابلہ مین یہ استدلال پیش کیا کہ خلافت قریش کا حق ہے تو انہون نے سر تسلیم خم کردیا اور اپنے

دعوے سے دست بردار ہو گئے۔ چنانچہ یہ واقعہ نہایت تفصیل کے ساتھ تاریخ طبری۔ ابن اثیر۔ ابن خلدون مین مذکور ہے۔ عباسیون کی سلطنت مین جب ضعف آگیا تو ہر طرف نئے نئے دعویداران حکومت پیدا ہو گئے جن مین سے بعض بعض خاندانون نے وہ جبروت و اقتدار حاصل کیا اور انکے حدود سلطنت اس قدر وسیع ہو گئے کہ خود دولت عباسیہ کے زمانہ مین کبھی نہین ہوئے تھے۔ تاہم ان مین سے کبھی کسی نے خلافت کا دعوی نہین کیا اور ہمیشہ عباسی خلیفہ کے آگے (باوجود اسکے کہ وہ دلی سکے بھی بادشاہ سے زیادہ حیثیت نہین رکھتے تھے) سر جھکاتے رہے اور اسکی صرف یہ وجہ تھی کہ وہ خود قریش کے خاندان سے نہ تھے اور اس لیے اگر وہ خلافت کا دعوی کرتے تو مسلمانون مین سے ایک شخص بھی اُن کے دعوی کو تسلیم نہ کرتا۔

عضد الدولہ۔ محمود غزنوی۔ ملک شاہ سلجوقی۔ دنیا کے بہت بڑے عظیم الشان شاہنشاہ گذرے ہین لیکن یہ سب کے سب بغداد ہی کے دربار سے لقب اور خطاب حاصل کرتے تھے اول جو بڑے سطوت و اقتدار کا بادشاہ گذرا ہے ۳۶۹ھ مین جب بغداد مین طائع اللہ خلیفہ عباسی کے دربار مین لقب لینے کے لیے حاضر ہوا تو سب سے پہلے اُس نے زمین چومی پھر پیچھے ہٹ کر دوبارہ زمین چومی۔ اسی طرح سات دفعہ زمین بوسی کی اور جب خلیفہ نے مہربانی سے اسکو زیادہ تقرب کی اجازت دی تو اُس نے بڑھ کے خلیفہ کے پاؤن چومے اس وقت خلیفہ نے اُسکو کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا۔ لیکن اس نے بار بار معذرت کی اور جب خلیفہ نے اُسکو مجبور کیا تو الامر فوق الادب کے لحاظ سے کرسی کو بوسہ دیکر اُس پر بیٹھ گیا اور کہا کہ مین خدا سے دعا مانگتا ہون کہ حضور کی اطاعت مجھ سے اچھی طرح بن آئے۔" ان تقریبات کے ادا کرنے کے اثنا مین عضد الدولہ کا ایک افسر جو اُسکے ساتھ تھا اس بت پرستی سے گھبرا کر بولا کہ کیا یہ خدا ہے جو آپ اس طرح تعظیم بجالاتے ہین عضد الدولہ نے کہا کہ ہان یہ خدا کا خلیفہ ہے۔

مصر مین جب فاطمیہ خاندان نے ایک وسیع سلطنت قائم کرلی اور خاندان عباس انکو دبا نہ سکا تو عباسیون سے بجز اسکے اور کوئی تدبیر بن نہ آئی کہ ایک محضر لکھوایا جس مین فاطمیہ کے نسب کا انکار تھا اور اس پر تمام علماء سے دستخط کرائے اور اس طرح لوگون کو ان کی طرف برگشتہ کیا جسکا یہ اثر ہوا کہ ایک مدت مدید کے بعد فاطمیہ کے ایک افسر نے خلیفہ فاطمی کو تخت سے اتار دیا۔ اور عباسیہ کی سلطنت قائم کردی یہ افسر صلاح الدین ایوبی تھا جو آج "فاتح بیت المقدس" کے نام سے تمام عالم مین مشہور ہے۔

۶۵۶ھ مین بغداد کی سلطنت جب ہلاکو کے ہاتھ سے تباہ ہوگئی اور خاندان بنی عباس برباد ہوگیا تو اس خاندان مین سے ایک شخص جسکا نام احمد ابو قاسم تھا اور جیلخانہ مین مقید تھا بھاگ کر مصر پہنچا۔ یہان اس وقت ملک ظاہر بیبرس کی حکومت تھی۔ احمد کے پہنچنے کے ساتھ ظاہر نے ایک بہت بڑا دربار کیا اور بڑے عجز و نیاز کے ساتھ احمد کے ہاتھ پہ بیعت کی۔ احمد کی وفات کے بعد چونکہ اسکے کوئی اولاد نہ تھی اس لیے ایک اور عباسی شہزادہ جو بغداد کی تباہی مین بچ گیا تھا خلیفہ کیا گیا۔ اور ایک مدت تک اس کے خاندان مین یہ (برائے نام) خلافت رہی۔ یہ خلفا اگرچہ اس قدر بے اختیار اور بے حقیقت تھے کہ ان کو بجز مقررہ وظیفہ کے کسی قسم کی حکومت حاصل نہ تھی تاہم مذہبی عظمت یہ تھی کہ بادشاہ وقت ہمیشہ ان کے آگے سر جھکاتا تھا۔ ہندوستان کے مشہور بادشاہ تغلق نے اسی خاندان کی سلطنت کا فرمان منگوایا تھا اور اس پر اس قدر خوشی کا اظہار کیا تھا کہ تمام شہر کی آئینہ بندی کرائی اور شعرائے دربار نے مبارکباد کے قصیدے لکھے۔ بدر چاچ کے ایک قصیدے کا مطلع یہ ہے

جبرئیل از طاق گردون بشر و گویان رسید ۔ سر خلیفہ سوے سلطان خلعت و فرمان رسید

غرض تیرہ سو برس سے آج تک کسی ایسے خاندان نے کبھی خلافت کا دعویٰ نہین کیا جو قریش کے

خاندان سے نہ رہا ہو۔ ناظرین کو حیرت ہوگی کہ اگر ایسا ہے تو ترکی خاندان کو کیون خلافت کا دعوی ہے
حالانکہ یہ عموماً مسلم ہے کہ ترک قریش کے خاندان سے نہین ہین۔

یہ واقعہ درحقیقت تعجب انگیز ہے اور واقعہ کا سبب اس سے زیادہ تعجب انگیز ہے۔ ترکون مین سلطان بایزید ثانی تک جو اس خاندان کا آٹھوان بادشاہ تھا کسی حکمران نے خلافت کا لقب نہین اختیار کیا تھا چنانچہ آج بھی ترک مصنفین اس زمانہ تک کسی ترکی بادشاہ کو خلیفہ کے نائب سے یاد نہین کرتے سلطان سلیم اول نے جو ۹۱۸ھ مین تخت سلطنت پر بیٹھا جب مصر فتح کیا تو اُس وقت یہان عباسی خاندان کا ایک برائے نام خلیفہ موجود تھا جسکا نام المتوکل تھا (یہ وہی خاندان تھا جس کا ابھی ہم ذکر کر چکے ہین) سلطان سلیم اسکو بہ جبر قسطنطنیہ لایا۔ اور اُسکو مجبور کیا کہ خلافت کے لقب سے دست بردار ہو جائے اور یہ لقب سلیم کے نام منتقل کر دے۔ متوکل اگرچہ اس پر راضی [illegible] تھا لیکن مجبوراً اس کو قبول کرنا پڑا۔ چنانچہ مسجد ایا صوفیہ مین جاکر اس نے اس بات کا اعلان کیا اور یہ پہلا دن ہے کہ ترکی خاندان کے ساتھ یہ فرضی لقب اضافہ کیا گیا۔ یہ واقعہ اگرچہ بظاہر مضحکہ انگیز ہے لیکن خود ترک مورخین اسکے معترف ہین اور انکی تاریخون مین جہان سلطان سلیم کا ذکر ہے یہ واقعہ بھی ساتھ ہی [illegible] ہے۔

حکومت برطانیہ کی حمایت

(علامہ شبلی نعمانی مرحوم کے قلم سے)

مسلمانون نے چار دانگ عالم مین بارہ تیرہ سو برس حکومت کی حکومت کا آغاز جنا بانی اسلام کے زمانہ مین ہوا اور آج تک جابجا اسلامی حکومتین قائم ہین سیکڑون غیر قومین انکی محکوم ہوئین۔ ان اسباب سے یہ بدیہی ہے کہ اسلام نے غیر مذاہب والون پر حکومت کرنے کے دستور اور آئین

منضبط کیے ہون گے لیکن اسلام کو محکوم ہو کر بہت کم رہنا پڑا اس لیے بعض لوگون کا خیال ہے کہ اس حالت
کے متعلق حدیث سے فقہ سے تاریخ سے ہمکو کوئی ہدایت نہین مل سکتی - اور فقہ کا یہ حصہ بالکل اچھوتا رہ گیا -
چونکہ یہ نہایت سخت خطرناک غلطی ہے اس لیے ہم تفصیل سے بتانا چاہتے ہین کہ اسلام مین اسکے متعلق کافی
قواعد اور احکام موجود ہین اور حدیث فقہ تاریخ سب اس قسم کے مسائل اور واقعات سے لبریز ہین اس مسئلہ کے
متعلق اصل مین یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب کوئی غیر مذہب حکومت مسلمانون کے ملک اور زمین پر قابض
ہو جائے تو (۱) یہ قبضہ حقیقی ہوتا ہے یا غاصبانہ (۲) مسلمانون پر غیر مذہب کی اطاعت فرض ہوتی ہے
یا نہین - فقہ مین اسکا ایک مستقل باب ہے جسکی سرخی یہ ہے " باب استیلاء الکفار " اسکے
ذیل مین یہ حکم ہے وان غلبوا علی موالنا واحرزوھا بدارھم ملکوھا ویجب علینا اتباعھم
(درمختار) اگر غیر مذہب والے ہمارے پر غالب آجائین اور اسکو اپنے گھر مین جمع کرین تو وہ اسکے مالک ہونگے
اور ہم پر ان کی اطاعت فرض ہوگی چونکہ اسلامی احکام کی اصلی بنیاد قرآن شریف اور حدیث ہے اس لیے فقہی
روایتون سے پہلے ہم قرآن و حدیث کی طرف متوجہ ہوتے ہین - قرآن مجید مین ان صحابہ کو جو دشمن سے اور اپنی
دولت چھوڑ کر ہجرت کرکے چلے آئے تھے اور انکے مال و دولت پر اہل مکہ نے قبضہ کر لیا تھا خدا نے فقیر
فرمایا ہے - للفقراء المہاجرین الخ اس سے فقہا نے یہ استدلال کیا ہے کہ جب اہل مکہ نے انکے
مال و اسباب پر قبضہ کر لیا تو وہ اسکے حقیقی مالک ہو گئے اس بنا پر صحابہ کو خدا نے فقیر فرمایا - شاید کسی کو
خیال ہو کہ چونکہ صحابہ کا قبضہ جاتا رہا تھا اس لیے خدا نے ان کو مفلس کہا لیکن ایسے شخص کے لیے جو
گھر سے نکل آئے اور اسکے مال و اسباب پر لوگ قابض ہو جائین اصطلاح شرع مین ایک دوسرا لفظ موجود ہے
یعنی ابن السبیل - شامی شرح درمختار مین جہان یہ مسئلہ لکھا ہے کہ قبضہ کی حالت مین قابض لوگ حقیقی مالک
ہو جاتے ہین یہ استدلال کیا ہے - لقولہ تعالی للفقراء المہاجرین سماھم فقراء فدل علی ان
الکفار ملکوا اموالھم التی ھاجروا عنھا ومن لا یصل الی مالہ لیس فقیرا بل ھو ابن السبیل

کیونکہ خدانے فرمایا ہے للفقراء المہاجرین اس آیت مین خدانے مہاجرین کو فقیر کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار صحابہ کے مال کے حقیقی مالک ہوگئے تھے کیونکہ جو شخص اپنے مال کا مالک ہوتا ہے اور صرف اس کا قبضہ اٹھ جاتا ہے تو اسکو فقیر نہین بلکہ ابن السبیل کہتے ہین۔ فقہا کے نازک اور دقیق استدلال کی ہم داد دیتے ہین لیکن ہمارے نزدیک اس قدر موشگافی اور دقیقہ سنجی کی ضرورت نہین۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین اس قسم کا واقعہ پیش آچکا تھا اور اس طرز عمل سے صاف معلوم ہوسکتا ہے کہ مسلمانون کو غیر مذہب کی حکومت مین کیونکر رہنا چاہیے۔ مکہ مین جب مخالفون نے مسلمانون کو حد سے زیادہ ستانا شروع کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگ ہجرت کر کے حبش (ابی سینیا) کو چلے جائین۔ چنانچہ بہت سے صحابہ جن مین حضرت عبد الرحمن بن عوف بھی تھے حبش مین چلے گئے وہان کا بادشاہ عیسائی تھا جسکو اہل نجاشی کہتے تھے۔ صحابہ جب حبش مین آئے تو اتفاق سے چند روز بعد کسی بادشاہ نے ملک پر چڑھائی کی اور نجاشی نے اسکے مقابلہ کے لیے فوجین بھیجین صحابہ نے خود بلا کسی کی تحریک کے اپنی طرف سے ایک قاصد بھیجا کہ فوج کے ساتھ جائے اور دم دم کی خبرین بھیجتا رہے تاکہ اگر ضرورت ہو تو خود ہم لوگ نجاشی کی مدد کو آئین۔ صحابہ نے اسی پر اکتفا نہین کیا بلکہ پنجوقتہ نماز دن مین نجاشی کی فتح کی دعائین مانگتے تھے چنانچہ یہ واقعہ محدث طبری نے اپنی تاریخ مین پوری تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کوئی رعایا حکومت کے ساتھ اس سے زیادہ اور کیا وفاداری اور اطاعت شعاری کر سکتی ہے؟ کیا گورنمنٹ کو اس سے زیادہ کچھ درکار ہے؟

اسلام کی تاریخ مین اکثر غیر قومین اسلامی ملکون پر قابض ہوگئین اس وقت ہزارون فقہا اور علما موجود تھے کیونکر ممکن تھا کہ وہ اسکے متعلق فقہی احکام نہ مرتب کرتے۔ تاتاریون نے جب تمام ایران اور عراق پر قبضہ کر لیا تو اس وقت بے قدر فقہ کی کتابین تصنیف ہوئین سب مین ان کے متعلق تفصیلی احکام موجود ہین۔ اصل بحث یہ پیدا ہوئی کہ یہ ممالک دار الاسلام ہونگے یا دار الحرب۔ تمام فقہا نے باتفاق لکھا کہ جب تک اسلامی احکام جمعہ نماز روزہ وغیرہ جاری ہین اس وقت تک دار الاسلام باقی رہیگا

اور مسلمانوں کی وہی حالت ہوگی جو اسلامی ملک میں ہوتی ہے ۔ اور فتاوی عمادیہ میں یہ ہے۔
واما البلاد التی علیہا ولاۃ کفار یجوز فیہا ایضا اقامۃ الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین وقد تقرر ان بقاء شئ من العلۃ یبقی الحکم وقد حکمنا بلا خلاف بان ہذہ البلاد قبل استیلاء التتار کان من دیار الاسلام وبعد استیلاؤھم اعلان الاذان والجمع والجماعات والحکم بمقتضی الشرع والفتوی والتدریس شائع بلا نکیر من ملوکھم فالحکم بانہا من دار الحرب لاوجہ لہ ۔

باقی وہ مقامات جن کے حاکم کافر ہیں تو وہاں بھی جمعہ اور عیدین کا ادا کرنا جائز ہوگا اور قاضی مسلمانوں کی رضامندی سے قاضی ہوگا۔ کیونکہ یہ طے ہوچکا ہے کہ جب تک علت باقی رہتی ہے حکم باقی رہتا ہے اور یہ متفقا ہم لوگ طے کرچکے کہ یہ مقامات تاتاریوں کے آنے سے پہلے دارالاسلام تھے اور انکے قابض ہونے کے بعد اذان جمعہ اور جماعت باعلان ہوتی ہے اور فیصلے شریعت کے موافق کیے جاتے ہیں اور درس تدریس ان میں بغیر روک ٹوک کے جاری ہے تو ایسی حالت میں ان مقامات کو دارالحرب کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

غور کرو فقہا نے تاتاریوں کے زمانہ میں یہ فتوی دیا جو بت پرست تھے اور جنکو مسلمانوں کے ساتھ کسی قسم کی مناسبت نہ تھی آج جبکہ عیسائی حکومت ہے جو اہل کتاب ہیں مسلمانوں کے فرائض مذہبی میں کوئی تعرض نہیں کیا جاتا مسلمان خود عیسائی مذہب کا زور وشور سے سر بازار رد کرتے ہیں۔ تو ایسی حالت میں کیا شبہ ہوسکتا ہے کہ حکومت کی وہی پوزیشن ہوگی جو اکبر وجہانگیر کے زمانہ میں تھی۔ اور فقہا کا یہ حکم واجب العمل ہوگا کہ ویجب علینا اتباعھم (درمختار) اور ہم پر انکی اطاعت واجب ہوگی۔ یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ یہ محض تھیوری یعنی بنائی باتیں تھیں۔ کثرت سے تاریخی واقعات شہادت دے رہے ہیں کہ مسلمانوں کے طرز عمل ہمیشہ یہی رہا ہے اور جو کچھ کہتے تھے کرتے بھی تھے

ساتوین صدی مین جزیرہ سسلی پر عیسائی حکومت قابض ہوگئی تھی اور راجر تخت نشین حکومت تھا اس وقت وہان مسلمان کثرت سے موجود تھے انکے طرز عمل یہ تھے کہ بادشاہ کے نہایت مطیع اور وفادار رہتے۔ یہان تک کہ بادشاہ کو جس قدر انپر اعتماد تھا خود اپنی عیسائی رعایا پر نہ تھا۔ علامہ ابن جبیر نے اسی زمانہ مین سسلی کا سفر کیا تھا۔ وہ ان واقعات کو لکھکر لکھتا ہے کہ یہان پر تمام بڑے بڑے عہدون پر مسلمان مامور ہین یہان تک کہ شاہی باورچیخانہ کا اہتمام بھی مزید اعتماد کی وجہ سے مسلمانون ہی کے ہاتھ مین ہے۔

تاتاری جس زمانہ مین ایران وعراق پر قابض تھے اکثر بڑے بڑے عہدون پر مسلمان ہی مامور تھے ہلاکو خان کی سفاکی اور اسلام کی دشمنی مسلم عام ہے بغداد جو مسلمانون کے جاہ وجلال کا کعبہ تھا اسی کے ہاتھون برباد ہوا تھا تاہم اسکی حکومت کے دست وبازو خواجہ رشید الدین اور علاء الدین جوینی تھے خواجہ رشید الدین وزیر اعظم تھے اور درحقیقت کاروبار حکومت انہین کے ہاتھ سے انجام پاتے تھے۔

ہلاکو خان کے بعد جب اسکا بیٹا اباقا آن خان بادشاہ ہوا تو اسکے دور مین بھی ان دونون بھائیون کا وہی احترام رہا۔ علامہ شاکر کیتی نے فوات الوفیات مین جہان علاء الدین جوینی کا تذکرہ لکھا لکھتے ہین صاحب الدیوان الخراسانی اخو صاحب الکبیر شمس الدین کان لہما الحل والعقد فی دولتہ ابغا ونا ومن الجاہ واعظمۃ ما یجاوز الوصف۔

وزارت خراسان کے مالک اور وزیر اعظم شمس الدین کے بھائی تھے اور ابغا کی سلطنت مین بھی دونون بھائی سیاہ وسفید کے مالک تھے اور اس قدر دولت وحشمت اُن لوگون نے حاصل کی جو بیان سے باہر ہے"

روضۃ الصفا مین جہان خواجہ شمس الدین (وزیر ہلاکو خان) کا تذکرہ کیا ہے لکھا ہے۔

چون اباقا خان بر سر سلطنت قرار گرفت خواجہ شد الیہ (خواجہ شمس الدین) زیادہ از معہود ملافت وشغل خطیر وزارت بر قرار سابق با مفوض گشت وخدمتش بہ حرمے مصائب ورسے ثابت واقبال

مساعد در اتمام مہام مملکت و ترفیہ احوال سپاہی و رعیت و اصلاح فعل و تدارک فی الحال بنوعی شروع نمود کہ مزید بران متصور نہ بود۔ ملوک و سلاطین و اکابر خراسان و عراق و بغداد و شام و روم و ارمن ملجا و ماوی شدے۔"

یہ اعتماد یہ اقبال لوگون نے اسی وجہ سے حاصل کیا تھا کہ جس وفاداری دیانت اور رتبہ سے یہ لوگ بادشاہی خدمات بجالاتے تھے۔ خود ہلاکو خان کے ہم قوم اور عزیز کیا نہین لا سکتے تھے۔

محقق طوسی۔ جن کی شہرت محتاج بیان نہین وہ بھی ہلاکو ان کے معتمد خاص تھے اور اوقاف اسلامی بھی انہین کے زیر اہتمام تھے فوات الوفیات مین لکھا ہے کان خاجوجة واخرته ومنزلة عالية ضد هلاکوخان بعلبه فيما بشر به حلیه والاموال فی تفريقه۔ ہلاکو کے دربار مین ان کی ٹری عزت اور نہایت قدر تھی۔ ہلاکو ان کے مشورون پر عمل کرتا تھا اور مال انکے تصرف مین تھا۔ گو ہم پسند نہین کرتے لیکن محقق طوسی نے ہلاکو خان کی وفاداری مین اسلام تک کو برباد کر دیا یعنی بغداد کا حملہ اور اسکی بربادی صرف محقق طوسی کے اشارہ سے تھی۔ ورنہ ہلاکو خان اس پر آمادہ نہین ہوتا تھا چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین مین اس واقعہ کو محقق طوسی کے مفاخر مین شمار کیا ہے۔

واقعات مذکورہ بالا سے تمکو معلوم ہوا ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد زرین سے آج تک مسلمانون کا ہمیشہ یہ شعار رہا کہ وہ جس حکومت کے زیر اثر رہتے اسکے وفادار اطاعت گذار رہتے یہ صرف ان کا طرز عمل نہ تھا بلکہ اُن کے مذہب کی تعلیم تھی جو قرآن مجید، حدیث، فقہ، سب مین کنایتہ اور صراحتاً مذکور ہے ؎

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم

از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

شبلی نعمانی

خطاب الى العالم الاسلامی من علماء مکۃ المکرمہ

مکہ مکرمہ کے علماء کا اپیل اسلامی دنیا سے

ان المکتوب ادناہ دعوۃ من علماء مکۃ المکرمہ الی العالم الاسلامی یبرھنون
یہ تحریر ایک درخواست ہے علماء مکہ مکرمہ کی طرف سے اسلامی دنیا کے تمام جسمین انہون نے مضبوط
فیھا بالادلۃ القاطعہ علی ان ما قام بہ جلالۃ ملک الحجاز الحسین بن علی
دلائل اس امر پر قائم کیے ہین کہ جو اہم کام جناب عالی حضور ملک الحجاز حسین بن علی نے انجام دیا ہے
من الحصول علی استقلال العرب وتحریر الحرمین مکۃ المکرمۃ والمدینۃ المنورۃ
یعنی حرمین شریفین اور تمام حجاز کی آزادی اور خلاصی ترکون کی ظالم حکومت کے پنجہ سے ۔ یہ خداوند
من حکومۃ الاتراک الجائرۃ مطابق للتعالیم الالھیۃ المدونۃ فی القران الشریف وسنۃ
پاک کی اُس تعلیم کے مطابق ہے جو قرآن شریف مین اُسنے اپنے بندون کو بتائی ہے اور سنت رسول کریم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقواعد الدین الاسلامی المحترم وعملا بما یقتضیہ العدل والمدنیۃ والانسانیۃ
صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہی نیز ہر کام اسلامی شریعت وانصاف اور تمدن وانسانیہ کے صحیح مقتضا کے بموجب ہے

فسوف تعلمون من تکون عاقبۃ الدار انہ لا یفلح الظلمون

جسکا انجام اچھا ہو اُسکا حال بہت جلد تم کو معلوم ہو جائیگا ظالم کو کبھی فلاح نہین ہو سکتی

انا معاشر علماء بیت اللہ الحرام قد من اللہ
تعالی علینا بما من بہ علی کثیر من علماء

تم حرم محترم کے علماء ہین خدا کا انعام ہم پر بھی
ویسا ہی ہے جیسا کہ اس امت کے اکثر علماء پر ہوا

هذه الامة من خدمة الشرع الشريف
والغيرة على الدين المحمدي الحنيف -
وقد علمنا ان الدنيا وما فيها لا تساوي
في جانب الحق جناح بعوضة وان هذه
الحياة لا قيمة لها وزنة الا بما يقدمه المرء
فيها من صالح الاعمال لحياة الاخرة - ولما
مسلما استانست روحه بمشاهدة
كعبة الله المعظمة في كل صباح ومسا
وتشرف بسكنى ارض منها انشاء رسول
صلعم وبقدميه الطاهرتين تبارك
كل موطئ تقدم فيها يرضى بان تمس هذه
المشاعر الدينية بسوء او يصاب هذه
الدين باذى لا سيما ونحن الذين نشأنا
نشأة الدينية الخالصة ولم نغتنم في
هذه الدنيا الا مجاورة البيت الله
المحرم وخدمة رسوله صلعم وانما
حصل لنا من الاختلاط بهذه الفئة
المتغلبة على مملكة آل عثمان الكرام و
احتكاكنا بها واطلاعنا على حقيقة

یعنی شرع شریف کی خدمت اور دین حنیف کی غیرت
ہمکو یقین ہے کہ دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں حق کے
مقابلے میں مچھر کے پر برابر بھی حقیقت نہیں رکھتیں اور
اس زندگی کی کوئی قیمت نہیں لگائی جا سکتی مگر ان
اچھے کاموں سے جنکو انسان اپنی حیات ابدی کے
لیے کرتا ہے۔ جن مسلمانوں کی روح کعبۂ محترم کی زیارت
سے صبح و شام مشرف ہوتی ہو اور اس سرزمین کی سکونت
کا شرف اسکو حاصل ہو جہاں رسول اکرم صلعم نے نشو و نما
پائی ہو اور آپکا قدم وہاں سکو حاصل ہوا ہو۔ کیا وہ پسند
کریں گے کہ ان مذہبی و مقدس مقامات کی کسی طرح
بے ادبی ہو اور ان کو گزند پہونچے۔ ہرگز نہیں۔ اور
خاص کر ہمارا گروہ جس نے خالص مذہبی تربیت
حاصل کی ہے اور اس دنیا میں ہم کو کوئی اچھی چیز بجز بیت
حرم محترم اور رسول اکرم صلعم کی خدمت کے سوا نہیں
ملی جس وقت سے ہمارا تعلق احرار ترک سے ہوا جو
سلطنت عثمانیہ پر مسلط ہیں اور جس وقت سے ہمارا میل
جول ان سے ہوا اور ہم ان کے خیالات سے واقف ہوئے
جو ہمارے شرعی اور مذہبی احکام سے تعلق رکھتے ہیں
اور جو بیہودگیاں وہ ہمارے ملک میں کرتے ہیں ان کو ہم

ما ظهر او قبطنه لاحكام شرعنا واداب ملتنا
وتفعله في بلادنا من المنكرات وملجرته من
المصائب على اوطاننا - قد وضح لنا الطريق
النجاة الذي يامرنا ربنا القويم بسلوكه و
تبين لنا سبب الفلاح الذي قضب علينا
المصلحة الاسلامية بالتمسك به وان من علم
حجة على من لم يعلم - وشتان بين من
رائى للنكر فبذل دمه في سبيل دفعه وبين
من عاش بعيدا عن معرفه حقايق هذه الجهات
فاراد ان يحكم عليها قبل الحصول على
المقدمات الكافية لاصدار الحكم فيها

اذا لم تر الهلال فسلم
لاناس رائوه بالابصار

واننا لم يخف علينا ان فريقا من اخواننا
المسلمين خاضوا في امر نهضتنا بغير بينة
فقط بهم التسرع الى الحكم فيها من غير
علم اعتمادا على السماع من لم يبين اقواله
على اساس الحقيقة - وقد قال رسول الله
صلى الله وسلم فيما اخرجه ابو داؤد والحاكم
بسند صحيح كفى بالمرء اثما ان يحدث

مصیبتیں اُنھوں نے ہمارے وطن پر توڑی ہیں ہمکو
اپنی نجات کا وہ طریق معلوم ہوگیا جسکے اختیار کرنے کو
ہمارا مذہب حکم دیتا ہے اور ہمکو اپنی بھلائی کا وہ طریقہ
معلوم ہوگیا جسکے حصول کی اسلامی مصلحت متقاضی ہے
ان دونوں مین بہت فرق ہے کہ ایک نے خلاف شرع
کام کو دیکھا اور اسکے دفع کے لیے اپنی جان تک دیدی
اور ایک وہ جو شرعی معاملات سے بہت دور نا واقف
رہ کر اپنی کوئی قطعی رائے نہین قائم کرنا چاہتا ہے -
قبل اسکے کہ فیصلے کے لیے جن معلومات کی ضرورت
ہے انکو بہم پہنچائے ؎

جب تم چاند کو نہ دیکھو تو ان لوگون کے بیان کو تسلیم کرلو
جنہون نے اپنی آنکھ سے اسکو دیکھا ہے"

ہم پر یہ امر مخفی نہین کہ ہمارے چند مسلمان بھائیون
نے ہماری ترکون کے خلاف جدوجہد پر بغیر کسی دلیل کے
کے رائے زنی کی اور بغیر واقف ہوے فیصلے مین
جلدی کی جنکے اقوال واقفیت پر مبنی نہین - ابو داؤد
اور حاکم کی روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم صلعم نے
" انسان کے لیے یہ گناہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی
بات کی روایت کرے " صحیح مسلم مین ہے کہ انسان کا

بکل ما یسمع - وفی روایت مسلم کفی بالمرء
کذبا ان یحدث بکل ما سمع - ونحن لانطلب
من ذلک الفریق ان یتسرع بموافقتنا قبل
فهم حقیقتنا لاننا لاننتفع بمثل هذه الموافقة
ولکننا ننصح لاخواننا فی الدین اعملا بامر
الالٰهی فی التواصی بالحق - بان لایرتکبوا
اثما کبیرا عند الله بالتحدیث بکل ما یسمعون
والقطع فیما یتوهمون ویتخیلون وندعوهم
الی استعمال الرویة وترک عصبیة
الجاهلیة وذالک شان المسلم الذی
تشرب الاخلاق الاسلامیة المبنیة بقوله تعالٰی
"یاایها الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنبأ
فتبینوا ان تصیبوا قوما بجهالة فتصبحوا
علی ما فعلتم نادمین"
فیجب علی المسلم الذی یجب ان
یخوض فی هذا الامر ان یجب ان دوا
عیه واسبابه وان یتحقق ماهیة المنکر
الذی نهضنا لازالته بایدینا بعد
ما عجزنا من ازالته بالسنتنا - اما

خود یہ جھوٹ بہت بڑا ہے کہ ہر سنی سنائی بات کو وہ
بیان کرے" ایسے لوگوں سے ہماری یہ خواہش
نہیں کہ وہ ہماری موافقت میں واقعات کے دریافت
کرنے کے قبل عجلت کریں ورنہ ہم ایسی موافقت
پسند کرتے ہیں مگر ہم ان مسلمان بھائیوں کو نصیحت
کرتے ہیں کہ وہ حق بات کہنے میں خدا کے احکام پر
عمل کریں اور سنی ہوئی بات کے بیان کرنے سے
جو بہت بڑا گناہ ہے محترز رہیں اور اپنے توہمات تخیلات
کو چھوڑ دیں ہم انکو حق کی طرف بلاتے ہیں اور جہالت کے
تعصب کو ان سے چھڑانا چاہتے ہیں اور یہی مسلمانوں
کی شان ہے جو خدا کے اس حکم کی تعمیل کرتا ہے -
"اے مسلمانوں جب کوئی فاسق تم سے کوئی خبر
بیان کرے تو تم اسکی تحقیق کرو - ایسا نہ ہو کہ اپنی
ناواقفیت سے کسی قوم کو نقصان پہونچا دو اور پھر اپنی
اس حرکت سے نادم ہو -
ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس معاملے پر
غور اور اسکے اسباب علل کی تحقیقات کرے اور ان
برائیوں کو معلوم کرے جن کو اپنے ہاتھ سے مٹانے
کے لیے ہم کو اٹھنا پڑا - کیونکہ زبانی سے اصلاح کرانے

نحن فقد علمنا علم اليقين ان تلك
الفئة المتغلبة قد عصمت الله
معصية عامة لم يخفف فظاعتها نصح
الناصحين ولم يرد عواقبها السيئة
عن البلاد واهلها ردع الرادعين
ولا يظن ظان ان قولنا هذا امر قبيل
الدعوى التي لم تقم البراهين على ثبوتها
بل ان هنالك وقايع ملموسة يستطيع
كل انسان ان يبحث عنها ويحققها ومع
ذلك فانا نبينها للعالم الاسلامي في
حين الحاجة الى بيانها انشاء الله تع
ونكتفي الان بتكليف اخواننا المعترضين
ان يرسلوا من يعتمدون عليهم الى الاستانة
عاصمة الاتحاديين ليشاهدوا عنهم
ما شاهدنا كثيرا منا بانفسهم وجود المخدرات
من المسلمات التركيات في دوائر البريد
والتليفونات يؤانسن الرجال بكمال التبرج
والزينة والجمال سافرات الوجوه يقابلن
كل من ياتي اليهن من الرجال على خلاف

سے ہم مایوس ہو چکے تھے ہمکو اچھی طرح معلوم ہو گیا
کہ یہ جماعت احرار عموماً خدا کی نافرمان ہے کیونکہ نصیحت
کرنے والون کی نصیحت اور ملامت کرنے والون کی
ملامت کا کوئی نتیجہ شہر اور اہل شہر کے لیے اچھا نہین
نکلا - کوئی یہ نہ خیال کرے کہ ہمارا دعویٰ بے دلیل
ہے بلکہ یہان ایسے کھلے ہوے واقعات ہین کہ ہر شخص
انکو دیکھ سکتا اور سمجھ سکتا ہے اور ہم انکو اسلامی دنیا
کے سامنے بوقت ضرورت انشاء اللہ تعالی پیش
کر دینگے - اس وقت اپنے معترض بھائیون کو صرف
اس قدر تکلیف دینگے کہ وہ اپنے کسی خاص معتمد کو پایہ
عالی تک بھیجدین جو احرار ترک کا مامن ہے وہان
پہونچکر وہ دیکھیگا کہ مسلمان خواتین ڈاکی دفاتر مین
بڑے بناؤ سنگھار سے بے تکلف بے پردہ اپنے
بیگانون سے بات چیت کرتی ہین - مذہبی بھائیو
بے سمجھے ہوے اعتراض کرتے ہو - بولو کہ یہ کیا
ہو رہا ہے - یہ نمونہ ہے اُن افعال کا جنکی بُرائیان
ہمکو تکلیف دیتی ہین - ہم علی الاعلان اس کی
شکایت کرتے ہین - وہ قوم جسکی برائیون کا یہ ادنی
نمونہ ہے اسکی فرمانبرداری حق کی اطاعت ہوگی

اجناسهم بقضاء اشغالهم فما قول اخواننا - ارباب الدين والحمية المعترضين علينا بلا روية فی هذا الامر الذی هو موجب لما يولينا تناقم شره وتتاوی علی رؤس الاشهاد بالشکوی منه هل من تکون هذه القضية ادنی مراتب سبابهم للاسلام والمسلمين تکون طاعتهم طاعة ام معصية کلا ورب الکعبة ثم کلا فان اطاعتهم لا تتم الا بمعصية رب العالمين وحاشا ان يرضی بذلک احد من المومنين وقد قال رسول الله صلعم فما اخرجه الامام احمد فی مسنده من امرکم من الولاة بمعصية فلا تطيعوا وقد قال صلعم فيما اخرجه الحاکم عن جابر بحديث حسن من ارضا سلطانا بما يسخط ربه خرج عن دين الله - وقال عليه السلام فيما اخرجه الديلمی - من سود سمه مع امام جائر کان قرينه فی النار - وروی الخطيب عن انس رضی الله عنه عن رسول الله صلعم انه

یا حق کی نا فرمانی ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم ہرگز نہیں - اُنکی فرمانبرداری خدا کی نافرمانی بغیر ممکن نہیں کوئی مسلمان اس پر راضی نہیں ہو سکتا۔

مسند امام احمد میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ اکرم صلعم نے کہ جو حاکم تمکو معصیت کا حکم دے اُسکی فرمانبرداری نہ کرو۔"

حاکم اور جابرؓ سے روایت ہے کہ "جس کسی نے کسی بادشاہ کو خدا کی نافرمانی سے خوش کیا وہ خدا کے دین سے نکل گیا"

دیلمی میں روایت ہے کہ " امام ظالم کا سردار دوزخ میں بھی اسکا ساتھی ہوگا"

حضرت خطیب نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے " جو کسی قوم کے ساتھ رہیگا وہ انہیں سے ہوگا اور اُس نے کسی سلطان کو بادشاہ کے خوش کرنے کے لیے تھا یا تو وہ اسی بادشاہ کے ساتھ قیامت کے دن اُٹھایا جائیگا"

ہم دیکھتے ہیں کہ سلطنت اپنی اسلامی شکل سے ہٹ گئی جس سے اب تک ہم مانوس تھے اور جیسے ہم اُن صاحب کی تحقیقات کرتے ہیں جو طاعت کے

قال من سوء قومهم ومنهم ومن رواع
مسلماً الرضى السلطان حتى يوم القيامة
وها نحن نرى ان المملكة قد انسلخت عن
انتكارها الاسلامية الذي نعهده وصرنا كلما
بحثنا عن سبب موجب للطاعة وعن اى
شرط من شروط الخلافة واسطاً مر الجماعة
لانجده ونحن ليس من غرضنا بيان حال
البيه امر الاسلام على ابائهم فان ذلك من
واجب كل مسلم البحث عن حقيقته بنفسه
وليس هو منها تتنوعيه لنا هذه و
حسبنا ان نخبركم بانا رائينا انفسنا امام
امرين مختلفين. تمام الاختلاف احدهما رضاء
هذه الفئة المتغلبة على المملكة العثمانية
باغضاب الله والثاني اغضابها بارضائه
تعالى فآثرنا الآخرة على الاولى ورضى الخلق
ولو كان الخلفاء الراشدون شرفهم الله
فعلوا ما يفعله الاتحاديون وحاشاهم عن
ذلك لتقربنا الى الله بالقيام عليهم و
ترجيح رضاء الله على رضائهم فانا لا

متعلق ہین خواہ بحیثیت خلافت ہون یا بہ حیثیت
جماعت قوم ان مین سے ایک کو بھی نہین پاتے
ہماری غرض موجودہ آل سلطنت کے بیان کرنے
سے نہین جو آنکی وجہ سے ہوا کیونکہ اسکی اصلیت اور حقیقت
کی تحقیقات ہر مسلمان کا فرض ہے - ہماری اس
مختصر تحریر مین پوری کیفیت بیان بھی نہین ہو سکتی
ہم صرف یہی ایک بات کہ دینا کافی سمجھتے ہین کہ
ہمارے سامنے دو مختلف صورتین ہین جو ایک دوسرے
کی بالکل ضد ہین - ایک تو اس عثمانی سلطنت پر قابو
رکھنے والی جماعت کا راضی رکھنا خدا کی ناراضی
کے ساتھ - دوسرے انکو ناراض رکھنا خدا کی خوشنودی
کے ساتھ ہمنے آخرت کو دنیا کے مقابلے پر اختیار کیا اور خالق کی
خوشنودی کو خلق کی خوشنودی پر ترجیح دی - اگر خلفائے
راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی (معاذ اللہ)
ایسی حرکتین کرتے جو ترک احرار نے کی ہین تو
ٹھیک ہم انکے خلاف خدا کے لیے اُٹھ کھڑے
ہوتے اور خدا کی رضامندی کو انکی رضامندی پر
ترجیح دیتے اور اس وقت ہم جو کچھ کر رہے ہین اپنی
رائے سے نہین کرتے ہین بلکہ خلفاء راشدین کے

تفعل ذلك من عند نا بل بارشاد الخلفاء
الراشدون انفسهم فقد خطب ابوبكر
الصديق رضی الله عنه خطبته الاولیٰ
بعد الخلافة فقال اطیعونی ما اطعت الله
و رسوله فاذا عصيت الله ورسوله فلا
طاعة لی علیکم وهكذا كان يقول من ولی
امر المسلمين من الصحابة والتابعين و
من تبعهم باحسان الی يوم الدين وبهذا
انتصر المسلمون وفازوا بالسعادتين و
كانوا اعزاء بين امم الارض ونحن قد حاولنا
ان نجد لنا مخرجاً اخر يجمع بين ارضاء
الله تعالی وعدم القيام علی هولاء الناس
فلم يعينونا علی انفسهم فی ذلك فغضبنا
لله فنصرنا وثبت اقدامنا تاييد الشرعه
وتثبيتا لدينه ولحكمة هو يعلمها فی
اصلاح اخر هذه الامة بما صلح به اولها
وان كل قلب من قلوب المسلمين فی المملكة
العثمانيه حتی الاتراك فی الانطول بل و
افراد العائلة السلطنه العثمانيه فی قصورهم

حکم سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے قیام خلافت کے بعد
پہلی تقریر فرمائی۔
"میری اطاعت اُس وقت تک کرو جبتک
مین خدا ورسول کی اطاعت کرون لیکن جب مین
خدا ورسول کی نافرمانی کرون تو میری اطاعت کرو"
صحابہ تابعین تبع تابعین مین جو مسلمانون کا
حاکم ہوا یہی کرتا رہا اور اِس سے مسلمان ہر جگہ منصور
اور دنیا کی قومون مین باعزت رہے اور سعادت دارین
حاصل کی ہم نے اس بات کی بہت کوشش کی کہ ہمکو
کوئی ایسا طریق نجات ملجائے کہ خدا بھی خوش ہو اور
ہمکو انکے خلاف اُٹھنا بھی نہ پڑے لیکن اُنھون نے
اس کام مین ہماری مدد نہ کی اس لیے ہم ان سے
صرف خدا کے لیے ناراض ہوگئے اور خدا نے
ہماری مدد کی اور ہمکو ثابت قدم رکھا محض اپنی
شریعت کی تائید اور اپنے دین کے استحکام کے لیے
اور کسی ایسی حکمت عملی کے لیے جسکو وہی جانتا ہے
اِس نسل کی صلاحیت کے لیے جیسا کہ اسلاف صالح
تھے سلطنت عثمانیہ کے ہر سچے مسلمان کا دل یہان تک
کہ ترکان انطول سلطنت عثمانیہ کے اعضاء اپنے

يد عون الله لنا بالتائيد وحاشا لله
ان يرد رجاء المظلومين ويخيب دعاء
الاتقياء على الفاسقين ومما لا ريب
فيها ان اهل البلاد التي اضاعها
الاتحاديون اثناء انتصار الالمان لو قاموا
على هذه الفئة الباغية لكفيا منا لخرجت
بلادهم عن دائرة الحرب الحامزة و
بقيت لاهلها اما اذا دامت الحال على
المنوال فسوف لا تبقى بهذه المملكة باقية
فاذا علمتم هذا اعلاوه ما ذكره صاحب
جريدة مشرق الهندية في عددي
۱۶ و ۱۹۱۶ ستمبر من اسقاط صفة الخلافة
عن بني عثمان وهو الامر المعلوم الطافحه
به كتب الشرع الشريف فقهية وكلامية يتبين
لكم انا انما قمنا لنلافى هذه الاخطار و
تاسيس عائم جديدة للحكم الاسلامي و
المدنية الصحيحة المتوسة على اساس الشرع
الشريف الذي طالما تمنيتم انتهاجه والعمل
ونحن اذا لم نوفق في هذه النهضة المباركة

محلون مین ہماری کامیابی کی دعا کرتے رہے خدا
کبھی مظلومون کی دعا پھیرے گا۔ وہ نیکون کی امید بیکارون
کے خلاف وہ نہین فرماتا۔ اس مین کچھ شک نہین
کہ جن ممالک کو ترکون نے جرمن کی امداد کے سلسلے
مین کھو دیا ہے اگر وہان کے لوگ ہماری طرح ان
نوجوانون کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوتے تو ان کے
شہر موجودہ جنگ کی آگ سے محفوظ رہتے اور بچ
جاتے لیکن اگر یہی صورت رہی تو اس عثمانی سلطنت
کے پاس کچھ باقی نہ رہیگا۔ یہ اسکے علاوہ ہے جو
مشرق (ہندی) نے سنہ ۱۹۱۶ء مین ترکون
مین خلافت کے اوصاف ہونے کے متعلق لکھا ہے
یہ ایک کھلا ہوا مسئلہ ہے جس سے تمام فقہی اور کلامی
کتب بھری ہوئی ہین۔ اب تمکو معلوم ہو جائیگا کہ ہم
اُن خطرات سے بچنے اور اسلامی سلطنت کی بنیاد
قائم کرنے اور اس سچے تمدن کی اشاعت کرنے کے
لیے اُٹھے ہین جو شرع شریف کے موافق ہے اسکی تمکو
بھی اکثر تمنا رہی ہے اور ہم جو کچھ کر رہے ہین اس سے
ہماری غرض صرف اپنے شہرون کی حفاظت ہے
اُن مصائب سے جو دوسرے اسلامی ممالک پر نازل ہوئے ہین

الا لحفظ كيان بلادنا وسلامتها اما المنفور ها
من البلاد الاسلامية لكفى ونلفت انظار
المعترضين الى تخليص البلاد الاخرى مما
اصاب اهلها من الكوارث وانقاذها من
ايدي من اوقعها في هذه المهاوي المهلكة
ان كان ثمة حمية اسلامية او غيرة دينية
وها نحن قد فعلنا ما علينا وطهرنا بلادنا و
لله الحمد من جراثيم الالحاد ومنزغات الفساد
وما على المسلمين الذين لا يزالون يدافعون
عن اولئك الطغمة الا ان يفيئوا الى امر الله
من قبل ان تشهد عليهم السنتهم وايديهم
وارجلهم بما كانوا يعملون - هذه حقيقة ما
نحس به نحن علماء بيت الله الحرام اردنا
ان نقفكم عليها حتى لا يا تم احد في التسرع
الى حكم ينافي الواقع وقد اردنا ان نبذل
النصيحة الاسلامية للذين لا يزالوا عميهم
من بعض اخواننا الاتي لم يعرفوا التفاصيل احوال
هذه الفئة التي قمنا عليها فيغتروا باضاليل
يروجها الذين باعوا دينهم بحطام الدنيا

وا باضا

بل ما

ہم اپنے مخالفین کو ان شہرون کی طرف توجہ دلاتے
ہین جو اپنے دشمنون کے ہاتھون تباہ ہوئے ہین
اگر انکو اسلامی حمیت اور دینی غیرت ہے - ہمارا جو
فرض تھا ہم ادا کر چکے اور خدا کا شکر ہے کہ ہم نے
اپنے شہرون کو الحاد کے جراثیم اور فتنہ و فساد سے پاک
کر لیا ہے اور جو مسلمان ان سرکشون سے مقابلہ کر رہے
ہین انکو چاہیے کہ وہ خدا کے سامنے رجوع کرین قبل
اسکے کہ انکے جوارح انکے اعمال کی شہادت دین -
یہ مختصر واقعات ہین جنکو ہم علماے حرمین جانتے
ہین اور ہمکو مناسب معلوم ہوا کہ تم بھی واقف ہوجاؤ
تا کہ اسکے خلاف جلد بازی مین رائے قائم کرنے سے
کوئی شخص گنہگار نہ ہو -
اور ہم ان مسلمان بھائیون کو نصیحت کرتے
ہین جو اس جماعت کے اصول دریافت کیے بغیر ایک
رائے قائم کرتے ہین تا کہ وہ جھوٹی باتون کی اشاعت
کرنے والون کے فریب مین نہ آئین جنھون نے اپنے
دین کو دنیا کے لیے بیچ ڈالا -
سب سے زیادہ غلط خیال جو پھیلایا گیا ہے وہ یہ ہے
کہ اس جماعت نے خلافت اٹھنا گویا خلیفہ شرعی کی مخالفت

ومن اعظم انواع الخطاء الظن بان القيام
على هذه الفئة هو من قبل القيام على خليفة
شرعي مستوف شروط الخلافة او بعضها
فيدخل من يظن ذلك تحت حكم قوله تعالى
(انما يفترى الكذب الذين لا يومنون بايات
الله) وقوله صلى الله عليه وسلم (من كفر مسلما
فقد كفر) ونحن انما فعلنا حتى الان ما دفعتنا
اليه مصلحة ديننا ودنيانا وليس منا والحمد لله
من لا يعرف احكام شريعة ومن لا يعمل باوامر
دينه ومن يجهل مصالح امته وبلاده والحكم
الفصل بيننا وبين من خالفنا الكتب الشرعية
الموجودة بين ايدينا وايديهم ولا نظن
عالما يجهل ما استفاضت به كتب المذاهب
الفقهية والكلامية من مبحث الخلافة وشروطها
والامامة واحكامها لم يشذ عن ذلك احد
من علماء الاولين ولا من فقهاء المتاخرين
وماذا يقول العالم الاسلامي في بني عثمان
الذين يزعمون انهم خلفاء المسلمين مع
انهم كانوا في احقاب كثيرة العوبة في ايدي

کرتا ہے۔ جو شخص ایسا خیال کرتا ہے وہ خدا کے اس
حکم کے خلاف رائے رکھتا ہے۔

انما یفتری الکذب الذین لا
یومنون بایات اللہ۔

اور اسکا حال اس حدیث کے مطابق ہے۔
"جس نے کسی مسلمان کی تکفیر کی وہ کافر ہو گیا"
ہم نے ابتک جو کچھ کیا اپنے دینی اور دنیاوی مصالح
کے لیے کیا۔ جو شخص شرعی مسائل کو نہیں جانتا اور
دینی اور مذہبی احکام کی پابندی نہیں کرتا اور اپنے
ملک اور اپنے بھائیون کی مصلحت سے ناواقف ہے خدا
کا شکر ہے کہ ہم مین کوئی ایسا نہین۔ ہمارے اور
ہمارے مخالفین کے درمیان حکم شرعی کتابین ہین
جو ہمارے اور انکے سامنے موجود ہین۔ اور ہمارا یہ
خیال ہے کہ کوئی ایسا عالم نہ ہوگا جو فقہی و کلامی
کتب کے ان مضامین سے واقف نہو جو خلافۃ اور
شرائط خلافۃ امامۃ اور احکام امامۃ کے متعلق ہین
آل عثمان کے متعلق وہ مسلمان کیا کہین گے
جو انکو خلیفہ خیال کرتے ہین کہ باوجود اس کے
پہلے وہ انکشاری ہاتھون مین تھے۔ جس طرح و

الانکشاریه یتصرفون بهم کیف شاءوا وشاءت
اهوائهم بین خفض ورفع وقتل وخلع
وتطاول لایجری القلم بوصفه غیر مراعین
فی ذلك ما هو فی الکتب الشرعیه من
قواعد عزل الخلفاء وتنصیبهم کما تشهد
بذلك تواریخهم - وها ان التاریخ قد
اعاد نفسه وظهر لاولئك الانکشاریه
احفاد اعادوا تلك السیرة الاولی فی عبد العزیز
ومراد وعبد الحمید وما قتل یوسف عز الدین
ببعید ولا بد لنا لنفینا القائلین بخلافة ال
عثمان من امرین فاما ان یحکموا بان اهل
الحل والعقد فی شان الخلافة هم هولاء
الانکشاریه واحفادهم ولا نظن ان ثقة
سکة من العقل یقول بهذا لان احکام الشرع
الشریف تکذبه - واما ان یقول ان هولاء
الانکشاریه لیسوا اهل الحل والعقد فی
هذه الحال نسألهم این الخلافة واین
شروطها ونحن لانزال مستعدین للاجابة
علی کل شبهة تعرض للناس فی ذلك اذن تماما

چاہتے تھے صرف کرتے تھے جو انکی خوشنودی کا
اقتضا ہوتا تھا اسکی وہ پیروی کرتے تھے خلیفہ کا
قتل - تخت سے معزول - قید - وغیرہ جنکے بیان سے
قلم عاجز ہے کبھی اس معاملہ مین ان احکام کی پابندی
نہین کی گئی جو مذہبی کتب مین خلیفہ کے عزل و
نصب کے متعلق ہین تاریخ اسکی شاہد ہے -

تاریخ پھر واقعات کو دُہرا رہی ہے اور اسی
انکشاری نسل نے اپنی قدیم عادت تازہ کرلی ہے
عبد العزیز - مراد عبد الحمید کا معاملہ اور یوسف
عزالدین کا قتل بھی اس سے علیحدہ نہین ہے ہمارے
مخالفین جو آل عثمان کی خلافہ کے قائل ہین ان کے
لیے ان دو باتون مین سے ایک ضروری ہے خلافہ مین
اہل حل و عقد انکشاری و انکی نسل ہے اور ہم کو امید
نہین کہ کوئی ذی عقل یہ بات کہیگا کیونکہ مذہبی
احکام اسکی تکذیب کرتے ہین -

یا وہ یہ کہین کہ انکشاری اہل حل و عقد نہین
تب ہم یہ پوچھین گے کہ خلافہ اور اسکے شرائط کیا ہین
ہم مستعد ہین کہ جس کسی کو کوئی اعتراض یا شبہہ
ان مسائل مین ہو اسکو دفع کردین -

بقي للمعترضين بعد هذا او ذلك الا ان يثوبوا
الى رشدهم ويرجعوا الى صوابهم ويضموا
ویرجوا
صوتهم الى اصواتنا بوجوب القيام بالوسائل
الجدية لاعزاز الاسلام ورفع منار مجده
وعلى كل حال فاننا لا نريد التطويل في هذا
البحث الذي الجأتنا ضرورة الحال للاشارة اليه
فان لنا مندوحة عن الاطالة فيه لداعي
اجتناب الاطناب ان اننا قوم لا نقصد غير
سلامة ديننا وبلادنا ونزيد في الختام ان
يعلم الشاهد منا الغائب منكم اننا ندين
الله تعالى يوم الوقفة الكبرى بين يديه باننا
لا نعلم اليوم ملكا من ملوك المسلمين اتقى لله
من ابن رسول الله المتبوء عرش الملك على البلاد
العربية ولا اشد خوفا من الله وتمسكا باوامره
واقامة لشعائره قولا وعملا واوفر نظرا
في امورنا بما يرضي الله عز وجل. والعرب
انما بايعوه ملكا عليهم كما رأوا في ذلك من
صلاح دنياهم ودينهم - واما الخلافة الا
سلامية فهم ما هو معلوم من الخلاف لما

ان امور کے بعد ہمارے مخالفین کو کوئی چارہ کار
نہین ہے سوا اسکے وہ راہ حق کی طرف لوٹ آئین
اور اپنی آواز بھی ہماری آواز کے ساتھ علم اسلامی کے
بلند کرنے اسلام کے اعزاز کے وسائل کے قیام مین
ملاوین - بہرصورت ہم اس بحث کو طول دینا نہین
چاہتے جس مین اس وقت ضرورتاً پڑ گئے ہین کیونکہ
ہم اپنے ملک اپنے دین کی سلامتی کے سوا کچھ نہین
چاہتے - اور آخر مین ہماری یہ دعا ہے کہ ہم مین
جو موجود ہے وہ غائب کو بتلادے کہ ہم خدا کے
سامنے قیامت کے دن بھی اقرار کرینگے کہ ہم کسی
مسلمان بادشاہ کو نہین جانتے تھے جو متقی ہو سوا
اسکے ابن رسول کے جو عربی حکومت کے تخت پر ہے
اس سے زیادہ کوئی خوف خدا نہین رکھتا - نہ اس سے
زیادہ وہ شعائر اسلام کی قولاً و عملاً تائید کرتا ہے اور
وہ خدا کی مرضی کے لیے ہمارے کامون کی پوری
نگرانی کرتا ہے - عربیان نے اپنے دین و
دنیا کی بھلائی کے لیے اسکی بیعت بہ حیثیت
بادشاہ اسلام کے کی ہے اور باوجود خلافہ
اسلامیہ کے انتشار کے اس نے کوئی تحریک اسکے

یہ نہیں کی کیونکہ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اسلامی دنیا خلافت کے متعلق کس پر اتفاق کرتی۔ خدا کی سلامتی اس پر ہے جس نے بات سنی اور اچھے احکام کی پابندی کی۔	فی الوقت الحاضر لو نحیرك فی امرها ساکنا ریثما یقرر العالم الاسلامی علی امر یجمعون علیه فی شانها والسلام علی من سمع القول فاتبع احسنه والله یتولی هدانا اجمعین

مفتی الشافعیہ	مفتی المالکیہ	وکیل مفتی الحنابلہ
شیخ محمد عبداللہ زواری	شیخ محمد عابد مالکی	شیخ محمد صدقہ عبدالغنی

مدرس مدرسہ مسجد حرام	قاضی القضاۃ مفتی الاقطار الحجازیہ
شیخ عبدالکریم ناجی	شیخ عبداللہ سراج

شیخ احمد ابوالخیر مرداد شیخ الخطیب مسجد حرام	شیخ درویش عجمی ابن فقوی	سید محمد شفاف نقیب
شیخ عبداللہ ابوالخیر مرداد مدرس مسجد حرام	شیخ عباس بن عبدالعزیز مالکی مدرس مسجد حرام	شیخ علی ما نصیر مدرس مسجد حرام
شیخ علی مالکی	سید محمد مرزوقی	شیخ محمد امین مراد
شیخ جعفر البنی	شیخ عبدالرحمن خوقیر	شیخ محمد جمال مالکی
سید محمد ہاشم مجاہد	شیخ احمد بن عبداللہ قاری	شیخ اسعد بن احمد دہان
سید محمد طاہر مسعود باغ	شیخ محمد علی سراج	شیخ سالم شفی
شیخ عبدالرحمن بن سلیمان قاضی	شیخ محمد بن کامل سندی	شیخ احمد بن عبداللہ
شیخ حسن یمانی	سید احمد شفاف	شیخ محمد علی بجنور
شیخ عبداللہ بن عباس ہادی	شیخ عبداللہ بن احمد مغربی	شیخ سعید بن محمد یمانی
سید احمد بن عبدالعزیز مالکی	شیخ محمد بن سالم عجمی	شیخ حامد بن عبداللہ قاری
		سید محمد بن صالح بن عقیل

ایک ضروری عرض

جناب مولانا مولوی محمد یسین صاحب کے مختصر رسالے کے بعد ہم نے ضمیمہ جات کا ضروری اضافہ اسلئے کر دیا ہے تاکہ ہمارے علما کی روش اور انداز معلوم ہو جاوے کہ جس وقت چاہین اپنی رائے اور اپنے فتوون کو بدل سکتے ہین - اس موقع پر ہمکو دو خط اور جناب مولوی حبیب الرحمن صاحب دیوبندی کے مل گئے ہین جو ہمارے نام ہین - انکو اسلیے درج کرنا مناسب خیال کرتے ہین کہ حکومت کے ساتھ انکی سوالات کا اندازہ ہو جاوے کہ یہ حکومت کی نسبت کیسے راسخ خیالات رکھتے ہین - دوسرے خط سے یہ ظاہر ہوگا کہ جناب مولانا اور کل دار العلوم اخبارات اور معترضین چال سے کس حد تک گئے ہین - اگر اپریل ۲۰ء کے بعد اہل دیوبند نے رائے بدلی تو ہمکو یقین رکھنا چاہئے کہ مولوی انور شاہ صاحب و غیرہم کے دباؤ اور مدرسۃ العلوم کی تباہی کے خیال سے - کیونکہ اہل دیوبند کا جو فتوی مولانا عبد الباری صاحب نے چھاپا ہے وہ بالکل الگ ہے - اسکے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ کس درماندگی سے خلافت اتراک کو تسلیم کرتے ہین - کل تک ان اتراکون کو متغلب کہتے تھے آج انکی خلافت کو مانتے ہین - کیونکہ فرماتے ہین کہ دو خلافتین دنیا مین ایک ساتھ رہی ہین مگر کسی عالم نے ایک خلیفہ کے قتل کا فتوی نہین دیا، نہ علمائے کسی خلیفہ کا ساتھ چھوڑا - آج دار العلوم کے مفتی صاحب فرماتے ہین کہ ایک کا قتل فرض ہو جاتا ہے - مولانا حبیب الرحمن صاحب کے خطون کے بعد ہم جناب مولانا مولوی محمد احمد صاحب قبلہ ناظم مدرسۃ العلوم دیوبند کی رائے زرین بھی درج کرتے ہین جو ممدوح نے اعلان جنگ ترکی کے وقت ایک بڑے جلسے مین ظاہر فرمائی ہے - جس مین حکومت ہند کے ساتھ مسلمانون کو سیدھا رہنے کی جن الفاظ مین ہدایت کی گئی ہے وہ آج کوئی دوسری صورت نہین بدل گئی -

جناب مولانا اشرف علی صاحب ہی ایک ایسے بزرگ اور نیک صفات اہل علم ہین جنھون نے باوجود ہزارون ملامتون اور گالیون کے جادہ مستقیم سے ہٹنا کسی طرح مناسب نہین سمجھا - ہم جناب ممدوح کی رائین بھی اسی سلسلہ مین درج کیے دیتے ہین -

علمائے مصر و مفتی مصر کے اعلانات بھی درج کرتے ہین جو ۱۹۱۴ء مین ہمارے پاس آئے تھے - ان اصحاب کے بعد ہم مسٹر مظہر الحق صاحب اور مسٹر محمد علی صاحب و جناب حکیم اجمل خان صاحب کی رائین بھی درج کرتے ہین جو ۱۹۱۴ء مین ان قوم پرست لیڈرون نے ظاہر کی ہین - اور ہم بالا علان کہتے ہین کہ اس وقت حکومت کی طرف سے کوئی اعلان نہ کوئی وعدہ ترکون کے متعلق نہین ہوا تھا - بلکہ ۱۹۱۵ء مین ترکی کے خلاف ہر شہر مین حکام نے اعلان کر دیا تھا کہ ترکی کا بڑا حصہ جس مین قسطنطنیہ بھی شامل ہوگی روس کو دیا جائیگا استفتا لکھنے والے عالم صاحب نے جس سچائی سے یہ لکھا ہے کہ وقت جنگ گورنمنٹ نے اعلان کیا تھا اور مسلمانون کو اطمینان دلایا تھا کہ ہم ترکی کا کوئی حصہ علیحدہ نہ کرینگے یہ کس حد تک صحیح و درست ہے؟ اسکا فیصلہ ہر مسلمان کر سکتا ہے ورنہ خدا انکو ضرور فرمائیگا - کیونکہ مسلمانون کو آج انھین حضرات نے ظلم اور مصیبت مین گرفتار کر رکھا ہے اور اس سے مقصود جلب منفعت اور ذاتی فوائد کے سوا کچھ نہین -

جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب کا خط

مکرمی جناب حکیم برہم صاحب دام مجدکم

سلام مسنون کے بعد عرض ہے۔ والانامہ معہ اعتراضات میاں نصیر الدین صاحب میرے پاس پہنچا۔ مجھے اس درمیان میں بہمراہی مہتمم صاحب نینی تال کا سفر پیش آ گیا۔ وہاں سے واپس آکر بھی کثرت کار کی وجہ سے فرصت نہ ہوی۔ جواب اعتراضات میں نے لکھ لئے ہیں۔ عنقریب انکو آپ کی خدمت میں بھیجونگا۔ اس وقت یہ عریضہ اس غرض سے ارسال خدمت ہے کہ آپ کو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہم مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم کا حال بذریعہ اخبارات معلوم ہو چکا ہے۔ مولانا موصوف ۸ ستمبر ۱۹۱۶ء کو جہاز سے اترے۔ بمبئی سے بحکم گورنمنٹ بمبئی نینی تال بھیجدیے گئے۔ نینی تال میں مولانا بطور نظر بندی بیس ۲۰ کے قریب مقیم رہے۔ شمس العلماء مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند اسوقت حیدرآباد و بھوپال کی طرف تھے۔ آپ کو اسکی مفصل اطلاع ملی تو آپ ۲۹ ستمبر کو دیوبند تشریف لاکر ۳۰ کو نینی تال تشریف لیگئے۔ ۲ اکتوبر کو حضور لاٹ صاحب بہادر کی خدمت میں حاضر ہوے۔ حضور ممدوح نے جو عزت افزائی شمس العلماء کی فرمائی اسکا بیان دشوار ہے۔ آپ کی عرض پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کو اجازت عطا

فرمادی، اور شمس العلماء مولانا کو اپنے ہمراہ لیکر ۹ راکتوبر کو دیوبند پہنچے، اور اُسی روز مولانا خلیل احمد صاحب دیوبند سے سہارن پور تشریف لیگئے۔ مسلمانون پر عام طور سے بیحد مسرت تھی اور سب کے سب دل و زبان سے ہز آنر کے شکر گزار تھے۔

درحقیقت حضور لاٹ صاحب نے مسلمانون پر اتنا بڑا احسان فرمایا ہے جسکے اداے شکریہ سے وہ عہدہ برآ نہین ہو سکتے۔

مین چاہتا تھا کہ نینی تال سے واپس ہوتے ہی آپ کو اسکی اطلاع دون مگر فرصت نہ ملی۔ اب بھی الغرض واقعہ نہایت اختصار کے ساتھ عرض کیا گیا ہے۔

میرا خیال ہے کہ آپ اپنے الفاظ مین اپنی جانب سے اس مضمون کی اشاعت فرمادین مجھے امید ہے کہ مسلمانون پر اسکا خاص اثر ہوگا۔ اور اُنکو حضور لاٹ صاحب کی کریم الاخلاقی کا ایک نیا ثبوت ملیگا۔ فقط والسلام۔

حبیب الرحمن عفی عنہ مددگار مہتمم مدرسۂ دیوبند

۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب کا خط

مکرمی دام مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

عرصہ ہوا کہ میان نصیر الدین کے اعتراضات کا جواب لکھکر ارسال خدمت کرچکا ہون۔ جناب کا کوئی والا نامہ نہین آیا۔ میری طبیعت پندرہ بیس روز سے زیادہ خراب ہے اس قدیم شکایت کے ساتھ دوسرے بعض تکالیف ہین۔ ضعف و اضمحلال زیادہ ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ کچھ عرصہ سے البشیر، العصر، اسوۂ حسنہ وغیرہ اخبارات مین دار الحدیث کے خلاف، اور اُسکے ساتھ دار العلوم کے منتظمین پر اعتراضات ہورہے ہین۔ آخر مین

مدینہ نے بھی اس میں حصہ لیا۔ کسقدر حیرت کی بات ہے کہ مدرسہ کو اگر کبھی دیکھا نہیں
اُسکے حالات سے واقفیت نہیں۔ دور بیٹھے اُسکی جاذبہ کشش، دارالحدیث کی عدم ضرورت
سے بحث کیجاتی ہے۔ اسلامی اخبارات کا فرض تو یہ ہے کہ اسلامی معاملات کی ہمدردی
وحفاظت کریں مگر یہاں مسلمانوں میں معاملہ برعکس ہے۔ اپنے ذاتی عناد کو اس پیرایہ
میں ظاہر کرتے ہیں، اور اسکی پرواہ نہیں کرتے کہ ایک مرکز مذہبی کو نقصان پہنچے۔

کچھ عرصہ تک تو سکوت کیا گیا لیکن جب سلسلہ بڑھتا دیکھا گیا تو یہ مناسب نہ سمجھا کہ
ایسے بے اصل اعتراضات کا جواب لکھکر بحث کو طول میں ڈالا جائے۔ کیونکہ بحث ختم
نہیں ہوسکتی، معترض کی زبان و قلم کو کوئی روک نہیں سکتا۔ دارالعلوم خود اپنے حالات
دکھلا کر سب کے شافی جواب دیسکتا ہے۔ اسی بنا پر ایک اعلان اخبارات میں بھیجنا
مناسب سمجھا۔ جناب کی خدمت میں بھی ارسال ہے۔ امید کہ اُسکو شائع فرمادینگے۔

ہماری قدیم تمنا ہے کہ جناب تشریف لائیں۔ اگر اس دعوت کو قبول فرماکر قدم رنجہ
فرمائیں اور آپ کے ساتھ اور کوئی صاحب بھی ہوں تو بہت اچھا ہے۔ ہماری تمنا
بھی پوری ہوجائے اور دارالعلوم کو خود دیکھکر آپ کو بھی لکھنے کا موقع ملیگا۔ اور اگر سردست
یہ نہ ہوسکے تو اس اعلان کو شائع کرنے کے ساتھ آپ اپنی جانب سے کچھ تحریر فرمادیں انشاءاللہ
وہی مفید و نافع ہوگا۔ ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ بجائے اسکے کہ اس کشمکش میں دارالعلوم
کو قدیم طرزعمل کی پابندی سے ترقی کے معیار پر پہنچانے سے خادمانِ دارالعلوم
کی قدردانی ہوتی غائبانہ رجماً بالغیب نکتہ چینی کیجاتی ہے۔ فقط والسلام

دعاگو احقر

حبیب الرحمن عفی عنہ۔ ۸ صفر ۱۳۴۵ھ

خلاصہ تقریر جناب مولانا مولوی محمد احمد صاحب قبلہ

مسلمانان ہندوستان کو سلطان المعظم سے تعلق ہے اور بہ حیثیت انکے حاکم اسلام اور محافظ حرمین ہونے کے ہمدردی ہے۔ یہ کہنا کہ ہمکو اُن سے کوئی تعلق نہین ہے غلط ہے۔ ہمارا قول و فعل اسکی تکذیب کرتا ہے۔ جنگِ بلقان کے موقع پر جس قسم کی ہمدردی کا اظہار مسلمانان ہندوستان کی طرف سے کیا گیا ابھی تازہ بات ہے اور سب کو معلوم ہے لیکن اسی کے ساتھ ہم گورنمنٹ عالیہ کی رعایا اور امن کے ساتھ آزادی سے متمتع ہین۔ شریعت نے جیسا ہمکو سلطان کے ساتھ بحیثیت اسلام وابستہ کیا ایسی ہی گورنمنٹ کے ساتھ وفاداری کو لازم قرار دیا ہے۔

جناب مولانا اشرف علی صاحب کی رائے

جناب مولانا اشرف علی صاحب ذکر محمود کے سلسلے مین تحریر فرماتے ہین۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ جب مالٹا سے تشریف لائے تو بعض خاص اسباب سے بعض خاص معاملات مین بعض خاص خیالات ظاہر فرمائیے اور اعلاناً و عملاً اس مین حصہ لیا جسکا مبنی محض خلوص کے ساتھ اسلام و اہل اسلام کی خدمت تھی۔ چونکہ وہ مسائل اختیاری تھے جن مین شرعاً گنجائش اختلاف کی ہوتی ہے اور ان مین بعض پہلو دنیوی و دینی خطرات بھی رکھتے تھے جو شرعاً واجب التحرز تھے۔ بعض اہل علم نے ان خطرات و مضرات پر نظر کرکے اُن تحریکات مین رأیاً و عملاً شرکت نہین کی اور احقر (مولانا اشرف علی صاحب اپنی طرف اشارہ فرماتے ہین) کا خیال بھی ان ہی علیحدگی رکھنے والون کے موافق تھا اور اس علیحدگی کو اکثر اہلِ محبت مفرط نعوذ باللہ حضرت کی مخالفت سمجھتے تھے۔ مگر خود حضرت کی یہ کیفیت تھی کہ جب مین زیارت کے لئے دیوبند حاضر ہوا تو میرے ساتھ ایک

دوست بھی تھے جو ضلع اعظم گڈھ کے رہنے والے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے وہ مجھسے کہتے تھے کہ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ اشرف اس وقت آیا ہوا ہے۔ اگر ان امور میں گفتگو فرما لیجیے تو شاید رائے متفق ہو جائے۔ ارشاد فرمایا کہ...

نہیں مناسب نہیں۔ جو شخص اپنا لحاظ کرتا ہو اس سے ایسی گفتگو کرنا مناسب نہیں نیز گفتگو سے رائے نہیں بدلا نہیں بدلا کرتی۔ واقعات سے بدلا کرتی ہے

ایک صاحب اسی مضمون کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ دیوبند میں حاضر تھے بعض لوگ اس احقر کی شکایتیں ان معاملات میں کر رہے تھے۔ فرمایا

افسوس تم ایسے شخص کی شکایتیں کرتے ہو جسکو میں ایسا... سمجھتا ہوں یہاں بعض الفاظ میرے خیال میں بہت ارفع ہیں اسلئے میں نے انکو نہیں لکھا، اور یہ بھی فرمایا کہ

میں جو کچھ کر رہا ہوں کیا مجھپر وحی نازل ہوئی ہے۔ میری ایک رائے ہے۔ سو مسلکی (یعنی احقر کی) بھی ایک رائے ہے۔ اس میں اعتراض وشکایت کی کیا بات ہے

نیز بعض حضرات نے ان تحریکات کی تقویت کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تھانہ بھون لانا چاہا اور درخواست کی۔ ایک شخص کہتے تھے حضرت نے یہ جواب دیا۔

وہاں فلاں شخص (یعنی احقر) موجود ہے۔ میرے جانے سے اسکو تنگی ہوگی۔ کیونکہ موافقت تو اسکی رائے کے خلاف ہوگی اور عدم موافقت سے شرمائیگا سلئے وہاں نہیں جاتا۔

اسی طرح ایک موقع پر فرمایا۔

تم کیوں بار بار اس پر اعتراض کرتے ہو وہ بھی دین کا ایک کام کر رہا ہے

مسائل حاضرہ کے متعلق حضرت مولانا اشرف علی صاحب کا ارشاد

بعض صاحبوں نے حضرت حکیم الامۃ عم فیضہم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت موجودہ

واقعات کی وجہ سے عوام مین طرح طرح کی بدگمانیان پھیل رہی ہین - کوئی کہتا ہے کہ حضرت مولانا (خدانخواستہ) خلافت کے مخالف ہین - کوئی کہتا ہے کہ سلطنت اسلامیہ کے مٹنے سے خوش ہین، کوئی کہتا ہے کہ مولانا حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کے مخالف ہین کوئی کہتا ہے کہ انکے بعض خدام حضرت مولانا قدس سرہ کو برا کہتے ہین مگر مولانا انکو نہین روکتے - کوئی کہتا ہے کہ حکومت کی طرف سے تنخواہ پاتے ہین - غرض جو جسکے جی مین آتا ہے کہتا ہے - ایسی حالت مین اگر کوئی ایسی تحریر شائع ہوجاے جس سے عوام کی بدگمانیان رفع ہوجائین تو مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان بدگمانیون سے گو حضور والا کا کوئی نقصان نہین مگر خود ان کے دین کو صدمہ پہنچتا ہے حضرت نے اس درخواست پر فرمایا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ یہ تمام باتین غلط ہین نہ مین خلافت کا مخالف ہون نہ مین سلطنت اسلام کے زوال سے خوش ہون - نہ حضرت مولانا قدس سرہ سے مجھے یا میرے کسی متعلق کو مخالفت ہے، اور نہ مین گورنمنٹ کی طرف سے کوئی وظیفہ پاتا ہون - اور یہ ایسے واقعات ہین کہ اگر کوئی مجھ سے ان امور مین مباہلہ کرنا چاہے تو مین مباہلہ کرسکتا ہون مگر مین اپنی طرف سے کسی ایسے اعلان کی ضرورت اسلئے نہین سمجھتا کہ میرا معتقد رہنا دین مین ضروری نہین اہل حق بہت ہین جس کے بھی متبع ہوجائین لوگون کے لئے کافی ہے - اس پر عرض کیا گیا کہ یہ تو صحیح ہے لیکن لوگون کا دین بدگمانیون، افترا پردازیون سب وشتم سے برباد ہوتا ہے - اس پر فرمایا کہ جب لوگ خود ہی اپنا دین برباد کرین تو مین کیا کرسکتا ہون - کیا وہ یہ نہین سمجھتے کہ کسی بیگناہ پر تہمت لگانا گناہ ہے - ضرور جانتے ہین - پھر کیا وہ نہین جانتے کہ تمام باتین جو میری طرف منسوب کیجاتی ہین ایسی ہین جنکا کوئی ثبوت انکے پاس نہین - ضرور جانتے ہین تو پھر جب باوجود ان باتون کے جاننے کے وہ ایسی باتین میری طرف منسوب کرتے ہین تو گویا وہ قصداً گناہ مین مبتلا ہوتے ہین تو ایسی حالت مین مین

کیا کر سکتا ہون، اور اگر مین ایسا کرون بھی تو اسکے معنی یہ ہین کہ لوگو مین اچھا ہون تم مجھے برا
نہ کہو سو مجھکو اس سے غیرت آتی ہے اور اگر بادل ناخواستہ اسکو گوارا بھی کر لون تو اُس پر یہ
شبہہ ہو سکتا ہے کہ اپنی غرض سے ایسا کرتا ہے۔ اس شبہہ کو کیونکر دفع کیا جاے۔ دوسری
بات یہ بھی قابل غور ہے کہ دنیا مین سب ہی نادان نہین ہین بلکہ ان مین سمجھدار حضرات بھی
ہین جو میری حالت سے بخوبی واقف ہین اور یقیناً جانتے ہین کہ یہ تمام باتین جو میری طرف
عوام منسوب کرتے ہین غلط ہین، اور لوگ ناحق بدگمانیان کرکے معاصی مین مبتلا ہورہے ہین
پس اگر عوام کی حفاظت کی ضرورت تھی تو اسکی تدبیر یہ تھی کہ واقف حضرات خود ان بدگمانیون
کو دفع کرتے اور لوگون کو نفع پہنچاتے، اور انکا ایسا کرنا مفید بھی ہوتا کیونکہ وہ بے لوث
تھے اور مجھ پر غرض کا بھی شبہہ ہو سکتا ہے جسکو مین دفع نہین کر سکتا۔ میرا مقصود یہ نہین کہ مین
ایسا چاہتا ہون، مین نے خدا کے سپرد کر رکھا ہے۔ مقصود صرف اس سوال کے جواب
مین اسکے طریق سے اطلاع دینا ہے۔ ان وجوہ سے جو بات کہ میرے اختیار مین تھا وہ صرف
یہ تھا کہ مین ان تمام لوگون کو جو ناحق بدگمانی، افترا، سب وشتم کرکے گناہ مین مبتلا ہوتے ہین
معاف کر دون، سو مین نے دل سے ان کو معاف کر دیا ہے اس سے آگے میرے قبضہ
سے باہر ہے۔ الغرض واقعہ تو یہ ہے کہ نہ مین نعوذ باللہ خلافت کا مخالف ہون کیونکہ مسئلہ
خلافت ایک اجماعی مسئلہ ہے، اور نہ مین سلطنت اسلام کے ضعف یا زوال سے نعوذ
باللہ خوش ہون بلکہ اللہ کو خبر ہے۔ میری یہ حالت ہے کہ جب مجھے مسلمانون کی دینی و دنیوی
تباہی کا خیال آجاتا ہے جس مین زیادہ حصہ خود مسلمانون کی ناعاقبت اندیشی کا ہے تو
رگ رگ مین غم عظیم پھیل جاتا ہے، اور اگر کھانا کھاتے مین خیال آجاتا ہے تو کھانا تلخ ہوجاتا ہے،
اور نہ مین حضرت مولانا کا نعوذ باللہ مخالف ہون بلکہ جس قدر محبت وعظمت حضرت قدس سرہ

کی میرے دل مین ہے اُسکو خدا ہی خوب جانتا ہے ۔ رہا کسی مسئلہ مین راے کا اختلاف
سو ایسا اختلاف مجھکو حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ بلکہ اپنے مرشد حضرت حاجی صاحب
نوّر اللہ مرقدہ سے بھی رہا ہے ۔ اور اس اختلاف کی ان حضرات کو اطلاع بھی تھی ، اور کبھی انکو
تکدر نہین ہوا ، اسکو مخالف کہنا غلو فی الدین ہے ۔ امام ابوحنیفہؒ سے امام ابو یوسفؒ و
امام محمدؒ نے باوجود شاگرد ہونے کے بہت سے مسائل مین اختلاف کیا ہے ۔ تو کیا کوئی یہ
کہہ سکتا ہے کہ نعوذ باللہ صاحبین ، امام صاحب کے مخالف و معاند تھے ۔ استغفر اللہ تو
پھر مین نہین سمجھتا کہ محض بعض امور مین اختلاف راے کی بنا پر جسکا درجہ میرے اعلان ملقب
بعنوان " احقر اشرف علی کے مسلک کی شرح " مین بتلا دیا گیا ہے " مجھے حضرت مولانا کا
مخالف کیون سمجھا جاتا ہے ۔ غور کرنے کی بات ہے کہ میرا یہ اختلاف حضرت مولانا کے ساتھ
آج نہین پیدا ہوا بلکہ بہت زمانہ پیشتر کا ہے پس اگر یہ اختلاف دینی حیثیت سے مضر
تھا تو خود حضرت مولانا نے مجھے اپنے اتباع پر کیون نہ مجبور کیا ، یا اس اختلاف کو مذموم کیون
نہین فرمایا اور اگر یہ اختلاف مخالفت تھا تو حضرت قدس سرہٗ نے اخیر تک مجھ سے وہی سابق
شفقت بزرگانہ کا برتاؤ کیون رکھا ۔ یہ واقعات خود بتلاتے ہین کہ یہ اختلاف نہ دینی حیثیت سے
مضر تھا اور نہ اسکو مخالفت کہا جا سکتا ہے پھر مین نہین سمجھتا کہ لوگ اسکو خواہ مخواہ مخالفت کیون
کہتے ہین ۔ پھر حضرت مولانا قدس سرہٗ نے اپنے اس خط مین جو خلافت کانفرنس کلکتہ مین پڑھا گیا
صاف فرما دیا ہے کہ ترک موالات وغیرہ جملہ امور مین انجام بینی اور احتیاط سے کام لیا جاے کسی
جوش یا جذبہ کی اتباع بغیر تامل و مشورہ ہرگز نہ کیجاے (البرید ۱۲ ستمبر ۱۹۲۰ء) اس مین انجام بینی
اور احتیاط کا صاف اور صریح حکم موجود ہے ۔ اب اگر مجھکو انجام بینی اور احتیاط کا پہلو ، ان
تحریکات سے کنارہ کشی ہی معلوم ہوا تو کیا گناہ ہو گیا اور مجھے حضرت مولانا کا مخالف کیون قرار

دیا جاتا ہے - پھر حضرت مولانا کے زبانی ارشاداتعــه اس اختلاف کو جائز رکھتے ہین غرض کہ مجھ پر حضرت مولانا قدس سرہ کی مخالفت کا الزام سراسر بہتان ہے - رہا یہ الزام کہ میرے بعض متعلقین حضرت قدس سرہ کے مخالف ہین - سو اسکا جواب یہ ہے کہ میرے کسی متعلق نے حضرت کی شان مین نہ تقریراً کوئی گستاخی کی اور نہ تحریراً ، اور اگر کوئی ایسا کرتا تو مین عمر بھر کیلئے اُس سے قطع تعلق کر دیتا -

بعض لوگون نے تہمت بیچارے مولوی ظفر احمدؒ و مولوی حبیب احمدؒ کے تحریرات پر رکھی ہے - مگر اُنکی عبارتین حضرت اقدس کے ساتھ شدت عقیدت و غایت احترام کو ظاہر کر رہی ہین - مثلاً آخری پیام مین وہ دونون لکھتے ہین ہم نے اپنی متعدد تحریرون مین اس امر کو صاف ظاہر کر دیا ہے کہ نہ ہمکو حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ سے کبھی مخالفت ہوئی اور نہ اب ہے - بلکہ ہم انکے ساتھ حسن عقیدت کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے ہین - نیز یہ بھی بالکل غلط ہے کہ مین گورنمنٹ سے تنخواہ پاتا ہون - اگر کسی کے پاس اسکا ثبوت ہو تو مین عام طور پر ہر شخص کو اجازت دیتا ہون کہ وہ پیش کرے ، اور اگر وہ پیش نہ کر سکے اور یقیناً نہین کر سکتا تو اُسکو چاہئیے کہ توبہ کرے - غرض واقعات تو یہ ہین - مگر مین اپنی طرف سے اسکی اشاعت کرنا مذکورہ بالا وجوہ سے گوارا نہین کرتا - ہان اگر کوئی دیندار از خود بلا اس قصد کے کہ وہ میری تبریہ کرے محض مسلمانون کو دینی مضرتون سے بچانے کے لئے ایسا کرے تو اُسے اختیار ہے نہ مین اُسے منع کرتا ہون نہ حکم دیتا ہون - مین تو اسپر نظر رکھتا ہون فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ -

مین ان تمام شورشونکو ایک فتنہ سمجھتا ہون اور نہ اسیئے لئے ان مین شریک ہونا پسند کرتا ہون اور نہ اپنے احباب کے لئے جس قوم سے معاہدہ ہے اُسکے خلاف کرنا شرعاً جائز نہین - خوب سمجھ لیجئے -

عــه ان مین سے بعض ارشادات رسالۂ ذکر محمود کے (جو ایک مختصر تذکرہ حضرت مولانا کا ہے) صفحہ ۱۰ مین مذکور بھی ہین یہ رسالہ اشرف المطابع سے مل سکتا ہے - قیمت فی رسالہ ۱ر ہے - اگر ۱/ کے ٹکٹ روانہ فرمائے جائین تو رسالہ بذریعہ ڈاک ارسال ہو سکتا ہے -

علماے مصر کا اعلان

حمد و صلوٰۃ کے بعد اے مسلمانو تم جانتے ہو کہ جنگ اپنی پوری طاقت سے جاری ہے
اور آگ کے انگارے اڑ رہے ہین، اور اسکے تکلیفات اور مصائب سب لوگون پر حاوی
ہو چکے ہین۔ خدا نے تمھارے لئے مقدر کیا ہے کہ تم لوگ اس سے امن مین رہو گے، اور
تمھارے لئے ایسے سامان کر دیے ہین کہ تم اپنے ملک کو بغیر کسی نفس کو تکلیف دیے جنگ کے
مصائب سے علیحدہ رہ سکو۔ اس احسان کے مقابلہ مین واجب ہے کہ تم لوگ آرام و
راحت اور تسلی سے گذر اوقات کرو۔ چاہئے کہ تم مین سے ہر ایک دوسرے کو بھی نصیحت
کرے اور جس کام مین تمھارا مطلب نہ ہو اُس مین دخل نہ دو صرف اپنے کامون مین لگے رہو
۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ
مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ یعنی اپنے نفس کی حفاظت تم کرو۔ گمراہ ہونے والے تمکو ضرر نہ
دے سکینگے۔ تم ایسے کامون سے بچے رہو جنکا ضرر تم پر عائد ہو اور تم اسکے ضرر سے محفوظ نہ رہ سکو
ورنہ تم اپنے آپ کو ہلاکت مین ڈالوگے۔ ہر حال مین قول و فعل اچھے کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۝
یعنی اپنی جانون کو ہلاکت مین نہ ڈالو اور نیکی کیا کرو تحقیق اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والون سے محبت
کرتا ہے۔ اور فتنہ اور شر انگیزیون کی مجالس سے دور رہا کرو۔ اور ایسی مجلسون سے بھی
بچتے رہا کرو جن مین فضول ادھر اُدھر کی باتین ہوا کرتی ہین۔ خود غرض اور جاہل لوگ اگر تم کو
پریشان کن باتین سنائین تو اُنکی طرف کان نہ لگایا کرو۔ انکی اس قسم کی باتون مین کوئی فائدہ
نہین۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ
مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَیْنَ النَّاسِؕ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ

اَجۡرًا عَظِیۡمًا۔ (یعنی انکی بہت سی کانا پھوسیون مین خیر نہین۔ ہان جو صدقہ کرنے، یا نیک کام کرنے، یا لوگون مین اصلاح کرنے کے لئے کانا پھوسی کرے تو وہ اچھا ہے۔ جو کوئی اللہ کی رضاجوئی کے لئے یہ کام کرے گا اُسکو ہم بڑا بدلا دینگے) اور ہر ایک کام مین سے دوسرے کو ایسے کام کرنے سے ڈرائے جسکا ضرر صرف اُسی کو نہین بلکہ اُس سے گذر کر دوسرون پر بھی پہنچے۔ اللہ تعالی نے تم کو ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وَاتَّقُوۡا فِتۡنَۃً لَّا تُصِیۡبَنَّ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡکُمۡ خَآصَّۃً (یعنی اس فتنہ سے بچو جو تم مین سے صرف ظالمون کو نہین پہنچیگا) بلکہ دوسرون کو بھی پہنچ جائیگا۔ خبر صحیح مین وارد ہے کہ ستکون فتنۃ القاعد فیھا خیر من القائم والقائم فیھا خیر من الماشی والماشی فیھا خیر من الساعی من استشرف لھا تستشرفہ فمن وجد منھا ملجأ او معاذا فلیعذ بہ۔ (یعنی دنیا مین فتنے ہونگے جو ان مین بیٹھ رہیگا وہ کھڑے سے اچھا ہوگا۔ جو کھڑا ہوگا وہ چلتے پھرتے سے اچھا ہوگا۔ جو چلتا پھرتا ہوگا وہ دوڑنے والے سے اچھا ہوگا۔ اور جو اُس مین ذرا جھک کر دیکھیگا وہ آلودہ ہوجائیگا۔ ان فتنون کے دنون مین جو کوئی جہان پناہ کی جگہ پاوے وہ اُس مین پناہ لے لے۔) اس حدیث کے معنی یہ ہین کہ جو کوئی فتنہ سے جتنا دور رہیگا اُسی قدر اچھا ہوگا۔ ایک اور حدیث مین ہے کہ من حسن اسلام المرء ترک ما لا یعنیہ (یعنی کسی کا عمدہ مسلمان ہونا یہ ہے کہ وہ ایسی بات نہ کرے جس سے اُسکو کوئی غرض ہو اسلام کی اچھی نشانی یہ ہے کہ مسلمان ایسے کامون کو چھوڑ دے جو اسکے حق مین مفید نہ ہون یعنی لغو ہین۔ ایک اور ارشاد ہے کہ اَلدِّیۡنُ النَّصِیۡحَۃُ (یعنی دین نام ہے خیر خواہی کا) اسی کے اتباع مین ہم نے خیر خواہانہ مشورہ اپنے برادرانِ دین کو دیا ہے۔

علماؤ ارکان ندوہ کی راے

ہم ارکان ندوۃ العلما موجودہ جنگ کے متعلق جو مابین گورنمنٹ برطانیہ و سلطنت عثمانیہ کے شروع ہوئی ہے اس بات کا اعلان کرنا مناسب سمجھتے ہین کہ ہم مسلمان باشندگان ہند کو (جو گورنمنٹ برطانیہ کے زیر سایہ مذہبی آزادی اور امن و امان کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہین) لازم ہے کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ وفادارانہ طریقۂ عمل کو قائم رکھین اور جس صبر و سکون کے ساتھ اب تک زندگی بسر کرتے رہے ہین اُسی کو اپنا نصب العین بنائے رکھین۔ قرآن مجید اور حدیث شریف مین جو تعلیم ہمکو دی گئی ہے اسکا اقتضا یہی ہے کہ پورے طور پر اپنی گورنمنٹ کے ساتھ وفادار رہ کر امن و امان کو قائم رکھین۔

(دستخط) مولوی خلیل الرحمن ناظم ندوۃ العلما۔ مولوی عبد الحی رکن انتظامی ندوہ۔ محمد اعجاز علی رکن انتظامی ندوہ
محمد احتشام علی رکن انتظامی ندوہ

مصر کے شیخ الاسلام کی راے

قاہرہ ۷ ارنومبر۔ مصر کے تمام علما اور سر برآوردہ مسلمانون کی ایک کمیٹی نے مصر مین ایک اعلان شائع کرایا ہے جس مین مصری مسلمانون کو مشورہ دیا گیا ہے کہ نہایت پر امن رویہ اختیار کرین۔ خدا اور اُسکے رسول سے مدد مانگنے کے بعد جنھون نے انسان کو امن سے محبت کرنے اور فتنہ و فساد سے منافرت کرنے کا حکم دیا ہے۔ علما نے مسلمانون کو بتایا ہے کہ خدا نے مصر کو موجودہ جنگ کی اس خطرناک آگ سے محفوظ رکھا ہے جو ایک سلطنت سے دوسری سلطنت مین پہنچ رہی ہے

اس لیئے ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ خاموش رہے۔ اور بہت عقلمندی سے کام کرے۔ ایسے مجمعون سے پرہیز کرے جن مین بُرے اور سخت الفاظ استعمال ہوتے ہین۔ سازشون سے کنارہ کرے اور اُن لوگون سے علحدہ رہے جو بدامنی پیدا کرتے ہون۔ اور کبھی ان لوگون کے مشورہ ن پر بھروسا نہ کرے جو یا تو واقعات سی ناواقف ہون یا اُن سے خاص تعلق رکھتے ہون۔ کیونکہ انکی ذات سے کسی فلاح کی امید نہین ہوسکتی۔ اس اعلان پر ۷۴ عالمون کے دستخط ہین۔ جن مین مصر کے شیخ الاسلام جو جامع ازہر کے اعلیٰ افسر اور مفتی مصر اور جامع ازہر کے نائب افسر اعلیٰ ہین شامل ہین۔ سوڈان کے شیوخ نے بہت زور کے ساتھ گورنر جنرل کو تمام آبادی کی طرف سے وفاداری کا یقین دلایا ہے۔ اس اعلان مین زیادہ تران فوائد کا ذکر کیا گیا ہے جو برطانوی حکومت سے اہل مصر کو حاصل ہین۔ اور خاصکر اس ہمدردی کا جو اُنکے مذہب کے لیئے ظاہر کیجاتی ہے۔ اور اس مین برطانوی گورنمنٹ کے انصاف کا جو ان کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ تعلیم کے حقوق کا جو انکی اولاد کو دیے جاتے ہین اور اس امداد کا جو حاجیون کے لیئے بہم پہنچائی جاتی ہے خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ وہ اپنے کو ٹرکی کے اس طرز عمل سے بالکل خلاف بتاتے ہین کہ اس نے برطانیہ اور اتحادیون کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ بلکہ وہ اس کارروائی کو اسلام کے مفاد کے خلاف تصور کرتے ہین، اور کہتے ہین کہ ٹرکی نے جرمنی کی جھوٹی باتون مین آکر ملک کو تباہی مین ڈالدیا ہے اور اس طرح اپنے آپ کو مسلمانان دنیا کی ہمدردیون سے محروم کر لیا ہے

مسٹر مظہر الحق کے خیالات

یہ موجودہ وقت مذہب و جماعت کے لئے از حد نازک ہے۔ جس جماعت یا جس گروہ نے اِس موجودہ وقت مین عقل سلیم سے کام لیا اُس جماعت کے لئے بہبود و خوشحالی اُسکے دانشمندانہ طرز عمل کا نتیجہ لازمی ہوگا، اور جس گروہ یا فرقہ نے اسکا معکوس پہلو اختیار کیا اُسکا تنزل بھی اُتنا ہی لازمی ہے۔ میرے خیال مین ہندوستان کے اہل اسلام کے لئے انکی زندگی مین سب سے بڑا نازک وقت ہے۔

ترکی حکومت کا اس یورپین جنگ و جدل مین حصہ لینا کروڑہا مسلمانون کیلئے ہندوستان مین سخت تشویش و پریشانی کا باعث ہوا۔ اول مسلمانان ہند نے کوئی امکانی کوشش ترکی کو نیوٹرل رکھنے کیلئے اُٹھا نہ رکھی، اور اُنکو اپنے عاجزانہ التماس پر بھروسا تھا کہ اُنکی ناچیز درخواست بارگاہ عالی مین درجہ قبولیت تک پہنچیگی۔ مگر افسوس انکی بدقسمتی نے اپنی کوششون مین کامیاب ہونے دیا۔ اسکو بجز مشیئت خدا کے اور کیا کہنا چاہیے۔ دولت عثمانیہ کے صلاح کارون نے اس خوفناک جنگ مین اپنے کو ڈالدینا مناسب سمجھ لیا۔ جہان کہ لاکھون اہل اسلام کے خون سے دریا رواں ہونگے، لاکھون عورتین بیوہ ہونگی اور لاکھون معصوم بچے یتیم و خانمان برباد ہونگے، اور اُس جنگ و جدل کا لازمی نتیجہ لوٹ مار اور غارتگری ہوگا جو سلطنت کے اِس سرے سے اُس سرے تک پھیلا ہوگا، اور جس مین ہمارا عرب بھی شامل ہوگا، اور اگر اسکا نتیجہ آخر کچھ اور سمجھا گیا ہے تو ہان یہ اس وقت ممکن ہے کہ جب آسٹریا اور جرمن تمام روے زمین کی سلطنتون کو پامال کر ڈالین۔ یہ وہی جرمنی ہے جسکے سفیر نے قسطنطنیہ کے ایک ٹکڑے زمین اور قرقون کو آگاہ کیا کہ اناطولیہ خاص جرمنی کے لئے محفوظ ہے۔ افسوس یہ پرانے قصے چلے آتے ہین کہ اغیار ترکی کو بیوقوف بنا کر اپنا ذاتی فائدہ حاصل کرتے ہین۔ حق و ناحق کے مسئلہ کو قطع نظر کر کے کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی خیر و فساد ار سو سمجھ سکتا ہے کہ سلطنت عثمانیہ کی موجودہ حالت اس قابل ہے جو روس کو

شکست دے سکے اور انگریزون کو مصر سے نکال دے۔ اگر ترکی کی قوت ایسی نہین تو پھر ایسی حالت مین یہ کیا ضرور تھا کہ وہ ان جنگ کے بھڑکتے ہوئے شعلون کو اپنے ملک مین پھیلائے۔ یہ سوال کی گورنمنٹ و نیز ارکین دولت عثمانیہ سے ہے کہ جواب دین۔ اُس وقت تک جب تک ترکی اپنے مخالفون کے ناجائز حملون کو روک رہے تھے ہندوستان کے کل مسلمان دل و جان سے شریک حال تھے۔ مگر اس حالت مین کہ ترکی خود خطرناک صورتون مین اپنے کو مبتلا کرے ہم لوگ ہرگز شریک نہین ہو سکتے۔ اب ہم ہندی مسلمانون کو اپنے ذاتی اغراض ملحوظ رکھنا چاہیئے، اور ہم لوگون کا فرض ہے کہ اپنے ملک مین اسلامی حقوق کی خود نگہداشت کرین۔

اب یہ مسئلہ غور طلب ہے کہ ہم لوگون کا کیا انداز رہنا چاہیئے۔ یہ یاد رہے کہ ہم لوگون کا فائدہ اور اسلام کی حفاظت ہماری موجودہ طرز روش پر منحصر ہوگی۔ ہمکو ذاتی طور پر اپنے ہم مذہبون کے انداز سے کوئی اندیشہ نہین ہے لیکن اکثرون کو مسلمانان ہند کی وفاداری مین شبہہ ہے۔ اس موقع پر مین نہایت زور کے ساتھ کہتا ہون کہ ہم مسلمانون سے کوئی پریشانی یا نقص امن کا اندیشہ نہین ہے جسکا جی چاہے انکے انتہائی صبر و تحمل کی جانچ کرے۔ یہ سلطنت بہت بڑی اسلامی حکومت تھی لیکن اب صرف اسلامی سلطنت رہ گئی ہے، اور اب اُسکا انحطاط لازمی ہے جسکو ہم قدرتی طور پر محسوس کرتے ہین لیکن اب اُسکی محافظت ہمارے امکان سے باہر ہے۔ پھر ایسی حالت مین ہم خود اپنے کو کمزور کرکے اور بھی اسلام کی بنیاد کمزور کرنا نہین پسند کرینگے۔

علاوہ برین اسلام مین ایک خاص صفت شکرگزاری کی ہے۔ وہ کبھی گذشتہ مہربانیون اور عنایتون کو آسانی سے نہین بھول سکتے۔ ہندوستان کے مسلمان نہایت خوشی کے ساتھ اپنی سابقہ طرز روش کو قائم رکھینگے۔ گو انکے اوپر اعتراضات کی کثرت ہوگی مگر وہ اپنے موجودہ حکمران کے قائم رکھنے کی کوشش کرینگے۔

ہماری یہ خواست ہر مسلمان بھائی سے ہے خاص کر اُن لوگون سے جنکی نگاہین ہم پر عزت و محبت کے ساتھ پڑتی ہین۔ اور یہ ہرگز نہین خیال کرنا چاہیئے کہ مین کیا کر سکتا ہون یہ نہین بلکہ ہر شخص اپنے

پوزیشن اور حالت کے اعتبار سے سب کچھ کر سکتا ہے۔ ایسے خطرناک وقت میں آپ ملک و قوم کی بہبود کے لئے

مسٹر محمد علی کے خیالات

مسلمانوں کو اپنی روح خدا کے حوالے کرنی چاہیے اور ہندوستان میں امن قائم رکھنے کے لئے اپنے خدمات گورنمنٹ کے سپرد کرنے چاہیئے۔

اگر دول متحدہ عرب اور اماکن مقدسہ پر حملہ آور نہ ہوں اور اسلام کے مقدس مقامات کی یک حبشی خود مختار اسلامی طاقت کی طرف سے حفاظت ہونے کو خطرے میں نہ ڈالیں تو اس صورت میں ترکوں اور اتفاق ثلاثہ کی جنگ صرف ایک دنیاوی حیثیت رکھیگی، اور ہندوستانی مسلمانوں پر بھروسا کیا جا سکتا ہے۔ انھیں خیال کرنا چاہیے اور مجھے یقین ہے کہ وہ خیال کرینگے کہ ہندوستان میں امن و امان قائم رکھنا انکا بھی ویسا ہی فرض ہے جیسا کہ کسی سرکاری افسر کا۔

مسلمانوں کا پوزیشن ان بچوں کی طرح ہے جسکے والدین آپس میں لڑتے ہوں خواہ ان میں سے کوئی حق پر ہو لیکن تکلیف بچوں ہی کو پہنچتی ہے۔

انکے جذبات کچھ ہوں مگر انکا یہ عیاں فرض ہے کہ ایسے نازک وقت پر ہندوستان کا امن اب بھی ویسا ہی محفوظ رہے جیسا کہ پہلے تھا۔

حضرت حاذق الملک کے خیالات

ترکی کے اس جنگ میں اتحادیوں کے خلاف شامل ہونے سے میں نہایت متاسف ہوں مجھے یقین ہے کہ ہندوستان کے مسلمان حالات موجودہ میں اپنی نازک ذمہ داریوں کو پورے طور پر پہچانتے ہیں خاصکر اسلامی پریس نے آج سے پہلے ہی اس واقعے کی اہمیت کامل طور پر سمجھ لی تھی۔

مجھے یقین ہے کہ مسلمانان ہند کوئی خفیف   خفیف بات ایسی نہ کرینگے جو گورنمنٹ پر برا اثر ڈالتی ہو بلکہ اسکے خلاف ایسے نازک وقت میں ایسی ایک عالی روح والی جماعت کے خاندان فوائد کو یاد رکھنا چاہیے جو انکو شریف اور ہمدرد گورنمنٹ نے بہم پہنچائے ہیں انکا یہ فرض ہے کہ وہ ہندوستان میں امن و امان قائم رکھنے میں ویسی ہی سرگرمی و اخلاص مندی سے کام کرینگے جیسی کہ وہ اپنے ذاتی اغراض و فوائد کی ترقی میں صرف کرتے۔